۷۸۶/۹۲

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

اَنوارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

علم تصوّف و عرفان کا
جامع سہ ماہی رسالہ

بابت اپریل تا دسمبر 2009

ربیع الثانی تا محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

جلد 4۔ شمارہ 12، 13، 14 مشترک

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)

بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore 560 003
Karnataka State (India)
Contact: 23444594

Please Visit our Website : www.internationalsuficentre.com

۷۸۶/۹۲

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور سے جاری کردہ

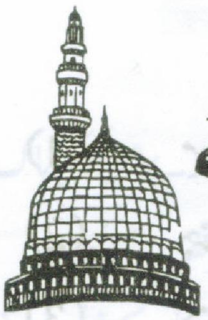

اَنوَارُ الصُّوفِیَہ

بنگلور

علم تصوف و عرفان کا
جامع سہ ماہی رسالہ

بابت اپریل تا دسمبر 2009

ربیع الثانی تا محرم الحرام ۱۴۳۱ھ

جلد 4۔ شمارہ 12، 13، 14۔ مشترک

انٹرنیشنل صوفی سنٹر (رجسٹرڈ)
بنگلور

3/28 1st Cross V.R. Puram
Palace Guttahalli, Bangalore 560 003
Karnataka State (India)
Contact: 23444594

Please Visit our Website : www.internationalsuficentre.com

انٹرنیشنل صوفی سنٹر بنگلور

مجلس ٹرسٹیان

(1)	مولانا مولوی جناب سید شاہ انور حسینیؒ	صدر
(2)	جناب اے اے خطیب	مینجنگ ٹرسٹی
(3)	جناب محمد تاج الدین انور	خازن
(4)	ڈاکٹر سید لیاقت پیراں	ٹرسٹی
(5)	جناب خلیل مامون	ٹرسٹی
(6)	جناب عزیز اللہ بیگ	ٹرسٹی
(7)	جنابہ شائستہ یوسف صاحبہ	ٹرسٹی

اغــــراض ومقاصد

۱۔ اسلوب تصوف پر عوام میں چرچہ کرنا۔

۲۔ تصوف کی روایات اور تعلیمات کا بغرض باہمی اتحاد و اتفاق و اخوت عوام کو بہرور کرنا۔

۳۔ اہل تصوف کے سوانح حیات اوران کے اقوال پر کتب کا شائع کرنا۔

۴۔ صوفی مسلک پر سمینار اور تقاریر کا اہتمام کرنا۔

۵۔ جملہ اہل تصوف اور اسلوب تصوف سے منسلک اصحاب کا اجتماع بغرض عالمی برادرانہ اخوت کو منعقد کرنا

قیمت فی رسالہ 25 روپئے

قیمت سالانہ 100 روپئے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جس کو پسند کرے خالق پاک　　مخلوق پسند کرے نہ کرے اس کو کیا باک

چاہتا ہے گر تو ہونا نیک تر　　فقر حاصل کر فقر پر رکھ نظر

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ فرماتے ہیں کہ فقر اللہ کے نور سے نور ہے اور یہ تمام عالم کا نور فقر سے ظہور ہے۔ فقر ہدایت ہے فقر نور الحق کی زیبا تر صورت ہے کہ دونوں جہاں فقر کے چہرے کے دیوانے اور مشتاق ہیں۔ جس کسی کے وجود میں فقر کی تاثیر ہو جاتی ہے تو اسے نفس پر فتح، فنائے نفس، روح کی فرحت، فیض قلب، فضل قالب، جاودانی جمعیت ایمان کی سلامتی حاصل ہو جاتی ہے۔

ہم بھی اسی راہ کے رہروان شوق ہیں اور اسی جستجو میں ہیں کہ دریائے فقر سے ہمیں بھی چند قطرے نصیب ہوں۔

ہمارا یہ ادارہ بفضل تعالیٰ اپنے پانچ سال کامیابی کے ساتھ مکمل کر چکا ہے۔ ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہمارے ماہانہ جلسوں میں تشنگان معرفت وطریقت کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔

ہمارا یہ رسالہ نمبر 12/آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ چند ناگزیر رکاوٹوں کی وجہ سے تاخیر ہوئی۔ انشاء اللہ آئندہ وقت مقررہ پر شائع کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ہم آپ کی دعاؤں اور تعاون کے طلبگار ہیں کہ ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہوں۔

خاکپائے اولیاء کرام

اے اے خطیب

اڈیٹر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہ

اے خالق ارض وسما　　وے رازق جن وبشر
قادر توئی سب ناتواں　　اے بادشاہ بحر و بر
سب کا ہے تو حاجت روا　　تجھ سا نہیں ہے دوسرا
سب انبیاء اور اولیاء　　محتاج تیرے سربسر
میرے گناہاں دیکھ کر　　لرزے زمین وآسماں
لیکن پشیماں ہوکے میں　　ٹھوکی ہوں اب توبہ کادر
اپنے کرم اور فضل سے　　کرمعاف میرے سب گناہ
توبہ پہ رکھ ثابت مجھے　　تا ساعتِ آخر عمر
یارب تو ایسا کر مجھے　　جو عشق میں تیرے رہوں
دنیا کی الفت اور ہوس　　کرتو مرے دل سے بدر
پھر نفس کے وسواس سے　　دل کو بچا ذاکر تو رکھ
تیری سوائے یاد کے　　خطرہ نہ ہو کوئی دگر
صبر وقناعت کر عطا　　بٹھلا مجھے گوشہ کے بیچ
رکھ یاد میں تیری صدا　　دارین سے کر بے خبر
یارب میرے ماں باپ کو　　کر مغفرت جنت عطا
حضرت نبی کے آسرے　　ان کو مجھے رکھ ہم دگر
یارب بحق مصطفٰے　　اور آل واصحاب نبی
یہ جو دعا مانگی ہوں میں　　آمین کر آمین کر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

از: حضرت سید صاحب حسینی قادری قدس سرہ

چیست عبادات کہ نعت رسول ۔ساختہ باید بمرادِ وصول

جو بھی عبادتیں ہوں ان کو نعت رسول ﷺ ہی کے ذریعہ قبولیت سے ہم کنار کیا جانا چاہئے

آنکہ پیش گشت نفوس وعقول ۔یعنی مظاہرِ عروج ونزول

اسی کی بنیاد پر نفسوں اور عقلوں کو ترقی اور تنزل سے سابقہ پڑتا ہے

صاحبِ لولاک نبیؐ الکریم ۔احمد ومحمود ورؤف الرّحیم

وہ لولاک شان والے نبی کریم ہیں جو احمد بھی ہیں محمود بھی اور رؤف ورحیم بھی

خاتم وسالارِ ہمہ مرسلین ۔ آیتِ حق رحمۃ اللعالمین

سارے رسولوں کے خاتم اور سالار ہیں۔ وہ حق کی علامت اور سارے جہانوں کے لئے رحمت ہیں

معجزہ ہائے کہ بذاتش نمود ۔ شقِّ قمر زاں یکے ادنیٰ نبود

آپ کی ذات (اقدس) سے کئی معجزات ظاہر ہوئے جن میں چاند کا ٹکڑے ہو جانا کوئی معمولی معجزہ نہ تھا۔

چوں بشبے رفت بمعراج گاہ۔ ذات وصفت شد بہم از لا الہ

رات کے وقت جب آپ نے معراج کا سفر فرمایا تو ذات اور صفت دونوں مل کر لا الہ کا آئینہ بن گئے

چوں تو کنی وصفِ وجود نبی۔ احمدِ بے میم شہودِ نبی

جب تو نبی اکرم ﷺ کے وجود مبارک کا وصف بیان کرے گا تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا

جلوہ در اصل احمد بے میم یعنی احد (حق تعالیٰ) کا جلوہ نظر آئے گا۔

بس ازیں اولاً کہ درود وسلام۔ تا کہ رسانی بہ پیاپۓ مدام

لٰہذا سب سے بہتر کام بس یہی ہے کہ آپ پر لگاتار ہمیشہ درود وسلام بھیجتا رہے

ثُمَّ علیٰ آل وعلیٰ صحبہٖ۔ از رہِ توحید ویقیں محبہٖ

پھر آپ (ﷺ) کی آل پاک اور صحابہ کرام پر بھی توحید، یقین اور آپ کی محبت کے ساتھ درود بھیجے۔

تشریح : نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر عنوان ان نو (۹) اشعار کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری ساری عبادتیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدحتِ پاک اور درود وسلام کے وسیلے سے بارگاہ ایزدی میں قبول ہوتی ہیں کیونکہ آپ احمد، محمود، رؤف اور رحیم جیسے پیارے ناموں کے حامل نبیِ کریم ہیں جو شانِ لولاک رکھتے ہیں۔ لولاک کا اشارہ اس حدیث قدسی کی طرف ہے جس میں ارشاد ربانی ہے ''لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْاَفْلَاكَ يَا لَوْ لَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْيَا'' یعنی اے حبیب اگر آپ نہ ہوتے تو میں ان آسمانوں کو یا اس دنیا کو پیدا ہی نہیں کرتا۔ یہ ہمارے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی منفرد شاہ محبوبیت ہے۔ اس کے بعد حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین، سید المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہونے کا ذکر ہے اس میں ہر ایک فضیلت صرف اور صرف آپ ہی کے لئے مخصوص ہے کسی دوسرے کو حاصل نہیں۔ اس کے بعد آپ کے کئی معجزات میں سے شق القمر (اپنی مبارک انگلیوں کے اشارہ سے چاند کو دو ٹکڑے کر دینا) اور معراج شریف کو لے جا کر دیدار اور کئی انعامات سے نوازنا) کا ذکر جمیل کرتے ہوئے آپ کے جلوہ کو اللہ کا جلوہ قرار دیا گیا ہے جو حدیث شریف ''مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَأَ الْحَق'' (بخاری، مسلم، احمد) کی طرف اشارہ ہے یعنی جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔ آخر میں آپ پر اور آپ کی آل اطہار اور صحابۂ کرام پر محبت کے ساتھ درود وسلام بھیجنے پر زور دیا گیا ہے۔

ماخوذ: شاہد اذکار

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آیات قرآنی: شان حبیب الرحمن

از:......................مفتی احمد یار خاں صاحب

آیت: 31۔ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَیُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓىِٕثَ وَیَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ

(پارہ ۹، سورہ اعراف رکوع ۱۴۶) وہ جو غلامی کریں گے اس رسول بے پڑھے غیب کی خبر دینے والے کی جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور برائی سے منع فرمائے گا اور ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرمائے گا اور گندی چیزیں ان پر حرام کرے گا اور ان پر سے بوجھ اور گلے کے پھندے اتار دے گا جو ان پر تھے۔

اس آیت کریمہ میں حضور علیہ السلام کے بہت سے اوصاف کا ذکر فرمایا گیا ہے نہایت ہی خوبی سے تو یہ آیت ایک نعت نہیں بلکہ نعتوں کا مجموعہ ہے۔ اول تو اس میں حضور علیہ السلام کو تین لقبوں سے یاد فرمایا۔ نبی۔ رسول، اُمّی۔ رسول تو وہ ذات ہے جو خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہو، یعنی رب سے فیض لے کر مخلوق تک پہنچا دے اور مخلوق کے گناہ اور قصور خالق سے معاف کرائے یا مخلوق کو شرک وکفر سے بچا کر خالق تک پہنچا دے اور حضور علیہ السلام میں یہ صفت کمال درجہ کی موجود ہے کہ عرب جیسے ملک میں جلوہ گری فرمائی اور ان میں سے کسی کو صدیق کسی کو فاروق وغیرہ بنا دیا اور نبی کے دو معنی ہیں، یا بڑے درجہ والا، واقعی حضور علیہ السلام کا وہ درجہ ہے کہ انسان تو کیا کوئی فرشتہ بھی آپ کے درجہ کو نہیں جان سکتا۔ اللہ کو وہ جانتے ہیں اور محبوب کو اللہ ہی جانتا ہے۔

معراج میں جبرئیل کہنے لگے شاہ امم — تم نے تو دیکھا ہے جہاں بتلاؤ تو کیسے ہیں ہم

روح الامین کہنے لگے اے مہ جبیں تیری قسم — آفاقہا گردیدہ ام مہر بتاں ورزیدہ ام

بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

ان لفظوں سے جو انسان کے منہ سے نکلتے ہیں حضور علیہ السلام کی جیسی چاہئے تعریف نہیں ہوسکتی ان کے فضائل تک انسان کا خیال بھی نہیں پہنچ سکتا، حضرت حسّان فرماتے ہیں۔

مَاإِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ   لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٖ

میں نے اپنے کلام سے حضور علیہ السلام کی تعریف نہیں کی بلکہ اپنے کلام کو ان کے پاک نام سے قابل تعریف بنالیا۔

یا نبی کے معنی ہیں غیب کی خبر دینے والا۔ اور واقعہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جنت و دوزخ کی، قیامت کی، قیامت تک کے ایک ایک واقعہ کی خبریں دیں۔ یہ غیب ہی کی خبر ہے۔ پر فرمایا گیا۔ اُمّی، اُمّی کے چند معنی ہوسکتے ہیں۔ ام کہتے ہیں ماں کو اور اصل کو، یا تو اس کے معنی ہیں ماں والے نبی، دنیا میں ہر آدمی ماں والا ہوتا ہے، مگر جیسی ماں اللہ نے حضور کو عطا فرمائی، ایسی ماں دنیا میں کسی کو نہ ملی، حضرت مریم بھی ماں گزریں، مگر جیسے کہ سَیِّدُ الانبیاء بے مثل ہیں، ان کی والدہ رضی اللہ عنہا بھی بے مثل۔

وہ کنواری پاک مریم وہ نَفَخْتُ فِیہِ کا دم ہے عجیب شان اعظم
مگر آمنہ کا جایا وہی سب سے بڑھ کر آیا

جو سیپ اپنے پیٹ میں قیمتی موتی رکھتی ہے وہ سیپ بھی قیمتی ہوجاتی ہے تو جو مبارک ماں اپنے پاک پیٹ میں اس دُرِّ یکتا کو رکھے وہ کیسی مبارک ہوگی۔ دوسرے معنی ہیں بے پڑھے یعنی والدہ کے پیٹ سے عالم پیدا ہوئے کسی سے پڑھا لکھا نہیں۔

خاکی وبراوج عرش منزل   امی وکتاب خانہ دردل
امی ودقیقہ دان عالم   بے سایہ وسائبان عالم

حضور علیہ السلام بے سایہ ہیں، مگر تمام دنیا پر آپ کا سایہ ہے، تیسرے معنی ہیں ام القریٰ یعنی مکہ مکرمہ کے رہنے والے۔ چوتھے معنی ہیں اُمّی یعنی تمام عالم کی اصل، یہ تین تو حضور علیہ السلام کے القاب تھے اب آپ کے چھ وصف بیان فرمائے گئے وہ توریت وانجیل میں لکھے ہوئے ہیں۔ علماء یہود جو اسلام لائے اور شرف صحابیت سے مشرف ہوئے۔ جیسے عبداللہ ابن سلام، حضرت کعب احبار وغیرہم، انہوں نے حضور علیہ السلام کے وہ اوصاف سنائے جو توریت شریف میں آئے، چنانچہ عبداللہ ابن سلام رضی اللہ عنہ نے توریت سے یہ اوصاف سنائے۔ اے نبی ہم نے تم کو شاہد اور بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ بے پڑھوں کے نگہبان ہیں، تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تمہارا نام متوکل رکھا، نہ تم بد خلق ہو، نہ سخت مزاج، نہ

بازاروں میں شور مچانے والے، تُم برائی کا بدلہ برائی سے نہ دو گے، بلکہ خطاروں کو معاف کرو گے خدا اس وقت تک تم کو دنیا سے نہ بلاوے گا جب تک کہ تمہاری برکت سے بگڑے ہوئے دین کو سنبھال دے اور لوگ کلمہ نہ پکارنے لگیں۔ تمہاری برکت سے اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان سننے والے اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کھل جائیں گے۔

اسی قسم کا مضمون حضرت کعب احبار سے منقول ہے، عیسائیوں نے بہت کوشش کی کہ حضور علیہ السلام کے سارے صفات انجیل سے نکال دیں، مگر اب موجودہ انجیل میں جس میں بہت ردوبدل ہو چکا ہے۔ حضور علیہ السلام کے اوصاف اس طرح مذکور ہیں۔

یوحنا کی انجیل مطبوعہ برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی لاہور سنہ ۱۹۳۱ء کے چودھویں باب سولھویں آیت میں ہے۔ میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا جو کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔'' یہ حضور علیہ السلام کی نعت ہے اور خاتم النبیین ہونے کا ذکر ہے۔

اسی کتاب کے اسی باب میں انتیسویں اور تیسویں آیت میں ہے۔ اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں۔''

اسی کتاب کے باب سولہ آیت ساتویں میں ہے۔ ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آوے گا۔ اگر جاؤں گا تو اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا۔

یہی کتاب یہی بات تیرہویں آیت میں ہے ''لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گا۔ تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔''

غور کرو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ان صفات سے موصوف حضور علیہ السلام کے سوا کون آیا

دوسری صفت بیان ہوئی کہ حکم دیتے ہیں اچھی باتوں کا۔

تیسری صفت کہ منع کرتے ہیں بری باتوں سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اچھا کام وہی ہے جس کو اچھوں کے سردار نے جائز کر دیا اور برا کام وہ ہے جس سے حضور علیہ السلام نے منع فرمایا۔

چوتھی صفت یہ ہے کہ ستھری چیزیں ان کے لئے حلال فرماتے ہیں۔

پانچویں صفت یہ ہے کہ بری چیزیں ان پر حرام فرماتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حلال وحرام

کرنے کا حضور علیہ السلام کو رب تعالیٰ کی طرف سے اختیار دیا گیا ہے۔ آپ شارع یعنی صاحب شریعت اور مالک شریعت ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کی بہت سی احادیث وارد ہیں۔

دوسرے یہ کہ بنی اسرائیل پر ان کے گناہوں کی وجہ سے بعض اچھی چیزیں حرام کردی گئی تھیں۔ جیسے حلال جانوروں کی چربی وغیرہ۔ حضور علیہ السلام کی برکت سے وہ حلال ہوئیں۔ اسی طرح شراب وغیرہ گندی چیزیں ان پر حلال تھیں۔ اس کو حضور علیہ السلام نے قیامت تک کے لئے ناجائز فرمایا۔

چھٹی صفت یہ بیان ہوئی کہ ان پر سے بوجھ دور فرماتے ہیں یعنی پہلے سخت احکام تھے جس سے انسانوں کو بہت تکلیف ہوتی تھی، مثلاً مال کا چوتھائی حصہ زکوٰۃ میں دینا، وضو کی جگہ تیمّم نہ کرسکنا، نماز صرف عبادت خانوں میں ہونا اور جگہ نہ ہوسکنا، غنیمت کا مال حلال نہ ہونا۔ جسم یا کپڑے پر ناپاکی لگ جائے تو اس کو جلادینا یا کاٹ ڈالنا وغیرہ۔ یہ تمام احکام بنی اسرائیل پر تھے لیکن حضور علیہ السلام کی برکت سے یہ تمام مصیبتیں دور ہوئیں اور اب زکوٰۃ میں چالیسواں حصہ واجب ہوا، اس میں بھی بہت سی آسانیاں کردی گئیں۔ اگر وضو ناممکن ہو تو تیمّم کرلو، جہاں چاہو نماز پڑھ لو، مال غنیمت حلال کردیا گیا۔ یہ تمام آسانیاں اور برکتیں حضور کے صدقہ سے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔

آیت ۳۲: قُلْ یَا اَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعاً (پارہ ۹، سورہ الاعراف، رکوع ۲۰) تم فرماؤ کہ اے لوگو میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

یہ آیت کریمہ بھی حضور علیہ السلام کی صریح نعت شریف ہے۔ اس میں ارشاد ہوا کہ اے محبوب تم سب لوگوں سے کہہ دو چاہے وہ عیسائی ہوں یا موسائی، پارسی ہوں یا مجوسی، مشرقی ہوں، یا مغربی، جنوبی ہوں یا شمالی کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، لہٰذا اب جو انسان بھی اللہ کا بندہ ہے وہ حضور علیہ السلام کا امتی، حضرت آدم علیہ السلام کی ابوۃ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت سب کو عام ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ تمام انبیائے کرام اور ان کی امتیں تمام رسل وجنات وملائکہ سب ہی حضور علیہ السلام کے امتی ہیں اور سرکار دو عالم علیہ السلام نبی الانبیاء ہیں۔ اس کی تحقیق وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ الآیۃ کی بحث میں گزر چکی۔

یہ بھی خیال رہے کہ امت اس کو کہتے ہیں جن کی طرف نبی تبلیغ کیلئے بھیجے جاویں، تو پہلے انبیاء کرام خاص ملک یا کسی خاص قوم کی طرف بھیجے جاتے تھے کہ دوسری قوموں پر ان کی اطاعت کرنا فرض نہ ہوتا حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے پاس جب تشریف لے گئے تو حضرت خضر نے فرمایا کہ اے موسیٰ آپ کا علم اور ہے اور میرا علم کچھ اور اور آپ بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں آپ میرے

ساتھ صبر نہ کر سکیں گے۔

اس کا مطلب یہ ہی تھا کہ آپ میرے نبی نہیں ہیں اور مجھ پر آپ کی اطاعت فرض نہیں میں بہت سے کاموں میں آپ کی مخالفت کروں گا، آپ سے ضبط نہ ہو سکے گا۔ آپ مجھ پر اعتراض کریں گے جس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام صرف ایک قوم کے پیغمبر ہیں لیکن اگر حضور علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام پر کرم فرماتے اور ملاقات فرماتے، تو حضرت خضر کو دین محمدی کی اطاعت کرنا پڑتی۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام آج زندہ ہوتے، تو ان کو ہماری اطاعت کرنا ہوتی۔
اب اُمّت دو طرح کی ہے ایک تو امت دعوت، دوسری امت اجابت، جس کو تبلیغ تو ہوئی مگر اس نے قبول نہ کیا وہ امت دعوت کہلاتی ہے اور جس نے قبول کر لیا وہ امت اجابت ہے۔ مسلمان تو حضور علیہ السلام کی امت اجابت ہیں اور کفار و منافقین امت دعوت ہیں، چاہے لوگ حضور علیہ السلام کی اطاعت کریں یا نہ کریں امت ضرور ہیں۔

اللہ کے بندے سب ہی ہیں، مسلمان بھی اور کافر بھی، مسلمان تو مطیع بندے ہیں اور کافر نافرمان بندے مگر بندگی سے کوئی علیحدہ نہیں اسی طرح چاہے لوگ احکام قبول کریں یا نہ کریں امتی سب ہی ہیں سب پر آپ کی اطاعت فرض ہے۔ حضور علیہ السلام کے والدین نہ تو عیسائی تھے نہ یہودی کیونکہ حضرت عیسیٰ و حضرت موسیٰ علیہما السلام بنی اسرائیل کے پیغمبر ہیں اور یہ حضرات بنی اسماعیل ہیں۔ ہاں اوّلاً موحد تھے بعد میں محمدی ہوئے: مسلمان ہوئے، کافر یا مشرک یا بت پرست نہ تھے۔ اس کی تحقیق لَقَدْ جَائَکُمْ رَسُوْلٌ میں آوے گی، انشاء اللہ۔ ماخوذ: شان حبیب الرحمٰن

☆☆☆☆☆☆☆

پڑوسی کے حقوق

مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَلْيُحْسِنْ اِلٰى جَارِهٖ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَلَا يُؤْذِيْ جَارَهٗ.

ترجمہ: جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ وہ اپنے پڑوسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الایمان

حدیث

باب ۴۷: مسیح بن مریمؑ اور مسیح دجال کا ذکر

۱۰۷...... حدیث عبداللہ بن عمرؓ: حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں، نبی اکرم ﷺ نے ایک دن لوگوں کے سامنے مسیح دجال کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہرگز کانا نہیں ہے جب کہ مسیح دجال دائیں آنکھ سے کانا ہے اور اس کی آنکھ کیا ہے! گویا پھولا ہوا انگور ہے۔ (اخرجہ البخاری فی کتاب الانبیاء: باب ۴۸۔ واذکر فی الکتاب مرم)

۱۰۸...... حدیث عبداللہ بن عمرؓ۔ حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خانہ کعبہ کے پاس ہوں اور ایک گندمی رنگ کے شخص کو دیکھا جس کا رنگ ان تمام گندم گوں رنگ کے لوگوں سے بہتر تھا جو تم نے دیکھے ہوں گے، اس کے بال دونوں شانوں تک سیدھے لٹکے ہوئے تھے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا وہ شخص دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے دریافت کیا۔ یہ کون ہے؟ جواب ملا: یہ مسیح ابن مریمؑ ہیں۔ پھر میں نے ان کے پیچھے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال سخت الجھے ہوئے اور گھونگریالے تھے، دائیں آنکھ سے کانا تھا اور ابن قطن سے بہت زیادہ مشابہ تھا وہ بھی ایک شخص کے دونوں شانوں پر اپنے ہاتھ رکھے، بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا میں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب ملا، یہ مسیح دجال ہے (اخرجہ البخاری فی کتاب الانبیاء: باب ۴۸ واذکر فی الکتاب مریم)

۱۰۹...... حدیث: حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس وقت قریش نے (واقعہ معراج کے سلسلہ میں) میری تکذیب کی، میں مقام حجر کے قریب کھڑا تھا اسی وقت اللہ نے بیت اللہ المقدس کو میرے سامنے نمایاں کر دیا اور میں اس کو دیکھتا جاتا تھا

اور قریش کو اس کی نشانیاں بتاتا جاتا تھا۔ (اخرجه البخاری فی کتاب مناقب الانصار: باب ۴۱ حدیث الاسراء قول اللہ تعالےٰ ۔سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا)

باب ۷۷: سدرۃ المنتہٰی کا بیان

۱۱۰.........(حدیث ابن مسعودؓ): ابو اسحاق شیبانیؒ کہتے ہیں: میں نے زر بن حبیشؒ سے جناب باری تعالیٰ کے ارشاد: (فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى ۔ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰى (سورۂ نجم) ''یہاں تک کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے کچھ کم فاصلہ رہ گیا تب اس نے اللہ کے بندے کو وحی پہنچائی جو وحی بھی اسے پہنچانی تھی۔ کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ مجھے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بتایا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ کو دیکھا تھا جن کے چھ سو پر تھے۔ (اخرجه البخاری فی کتاب بدء الخلق: باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ فی السماء)

باب ۷۸: اس بات کا ثبوت کہ آخرت میں مومن اپنے رب کا دیدار کریں گے

۱۱۳.........حدیث ابو موسیٰؓ حضرت ابو موسیٰؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت میں دو باغ ایسے ہیں جن کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب چاندی کا ہے اور دو باغ ایسے ہیں جن کے برتن اور جو کچھ ان میں ہے سب سونے کا ہے اور جنت عدن میں عظمت و کبریائی کی چادر کے سوا بندوں اور دیدار باری تعالیٰ کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہوگی اور یہ چادر رب جلیل کے چہرے پر ہوگی۔ ۱۰ اخرجه البخاری فی کتاب التفسیر: ۵۵۔ سورۂ رحمٰن باب قولہ و من دونهما جنتان)

باب ۷۹: دیدار باری تعالیٰ کی صورت کیا ہوگی؟

۱۱۴.........حدیث ابو ہریرۃؓ: حضرت ابو ہریرۃؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھیں گے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کیا تمہیں چودھویں رات کو چاند کے دیکھنے میں جب کہ اس کے اوپر بادل بھی نہ ہوں کوئی شک وشبہ ہوتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں! آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں سورج کے دیکھنے میں جب کہ اس پر ابر نہ ہو کبھی شک وشبہ ہوتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا: بس تم اسی طرح قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھو گے۔ قیامت کے دن لوگ اٹھائے جائیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو شخص دنیا میں جس کی پرستش کرتا تھا اس کے پیچھے ہو جائے چنانچہ کچھ لوگ سورج کے پیچھے ہو جائیں گے اور کچھ لوگ چاند کے پیچھے اور کچھ لوگ بتوں کے پیچھے چل پڑیں گے اس کے بعد صرف

یہ امت باقی رہ جائے گی جس میں منافق بھی شامل ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اور فرمائے گا کہ میں تمہارا رب ہوں تو وہ (اسے نہیں پہنچانیں گے اور) کہیں گے کہ ہم اس جگہ اس وقت تک کھڑے رہیں گے جب تک ہمارا پروردگار نہیں آجاتا جب ہمارا پروردگار آئے گا ہم اسے پہچان لیں گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ پھر ان کے سامنے آئے گا (جانی پہچانی صورت میں) اور فرمائے گا میں تمہارا رب ہوں تو وہ اقرار کریں گے کہ ہاں تو ہی ہمارا رب ہے۔ اس کے بعد جہنم کی پشت پر ایک پل بنایا جائے گا اور سب کو (اس پر چلنے کی) دعوت دی جائے گی چنانچہ رسولوں میں سب سے پہلا رسول میں ہوگا جو اپنی امت کو لے کر اس پر سے گزروں گا اور اس دن رسولوں کے سوا کوئی شخص نہ بول سکے گا اور رسولوں کی زبان پر بھی اَللّٰھُمَّ سَلِّمْ، سَلِّمْ، (اے اللہ! جہنم سے محفوظ رکھ اور سلامتی سے گزار دے) کے کلمات ہوں گے اور جہنم میں سعدان کے کانٹوں کی مانند آنکڑے ہوں گے (آپ ﷺ نے دریافت فرمایا) کیا تم نے سعدان کے کانٹے دیکھے ہیں؟ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہاں دیکھے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: تو وہ (آنکڑے) شکل صورت میں سعدان کے کانٹوں سے مشابہ ہوں گے البتہ یہ بات کہ بڑے کس قدر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ وہ (آنکڑے) لوگوں کو ان کے اعمال کے مطابق اُچک لیں گے چنانچہ ان پل پر سے گزرنے والوں میں سے کچھ لوگ اپنے اعمال کی بنا پر (جہنم میں گر کر) ہلاک ہو جائیں گے اور کچھ لوگ پارہ پارہ ہو جائیں گے لیکن بعد میں نجات پا جائیں گے چنانچہ (اس تمام کارروائی کے بعد) جب اللہ تعالیٰ جہنم میں گرنے والوں میں سے جن پر مہربانی فرمانا چاہیگا ان کے بارے میں فرشتوں کو حکم دے گا کہ ہر اس شخص کو جو اللہ کی عبادت کرتا تھا جہنم سے نکال لو اور فرشتے ان سجدے کے نشانات سے پہچان لیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ سجدے کے نشان کو کھائے۔ چنانچہ نشان سجدہ کے علاوہ آگ ابن آدم کے پورے جسم کو کھا جائے گی (لیکن نشان سجدہ باقی رہے گا) اور اسی شناخت سے (اللہ کی عبادت کرنے والے) لوگوں کو جہنم سے نکالا جائے گا۔ یہ لوگ جہنم سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ جل کر کوئلہ بن چکے ہوں گے۔ پھر جب ان پر آب حیات ڈالا جائے گا تو وہ اس طرح اگیں گے جیسے سیلاب کی لائی ہوئی مٹی میں خودرو دانہ اگتا ہے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلوں سے فارغ ہو چکا ہوگا تو ایک شخص باقی رہ جائے گا یہ جنت میں داخل ہونے والا آخری شخص ہوگا جو اہل جہنم میں سے جنت میں داخل ہوگا لیکن اس کا منہ جہنم کی طرف ہوگا۔ یہ جناب باری میں درخواست کرے گا کہ اے میرے

رب! میرا منہ جہنم کی جانب سے (دوسری طرف) پھیر دے، کیونکہ مجھے اس کی بو ہلاک کیئے دے رہی ہے اور اس کے شعلے مجھے جھلس رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اگر تیری درخواست منظور کر لی جائے تو تو کوئی اور مطالبہ تو نہیں کرے گا؟ وہ شخص کہے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم! میں ہرگز کچھ اور نہ مانگوں گا! اور وہ اس سلسلہ میں اللہ سے ہر قسم کا عہد و پیمان کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کا رخ آگ کی طرف سے موڑ کر جنت کی جانب کر دیگا۔ اب وہ جب جنت کو اور اس کی آرائش و زیبائش کو دیکھے گا تو (کچھ دیر) جب تک اللہ چاہے گا خاموش رہے گا پھر درخواست کرے گا: اے میرے پروردگار! مجھے دروازۂ جنت سے قریب کر دے! اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو نے عہد و پیمان نہ کیئے تھے کہ تو جو کچھ مانگ رہا ہے اس کے سوا مزید کچھ نہ مانگے گا؟ تو وہ کہے گا! اے میرے پروردگار! میں تیری مخلوق میں سب سے بدنصیب شخص نہیں ہونا چاہتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھ سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ اگر تیرا یہ سوال پورا کر دیا جائے تو تو مزید کچھ نہیں مانگے گا۔ وہ عرض کرے گا: نہیں، تیری عزت کی قسم میں مزید کچھ طلب نہیں کروں گا! اس مرتبہ بھی وہ رب کریم سے ہر وہ عہد و پیمان کرے گا جو وہ اس سے لینا چاہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ اسے جنت کے دروازے سے قریب کر دیگا۔ پھر جب وہ جنت کے دروازے تک پہنچ جائے گا اور جنت کی بہار اور وہاں کا کیف و سرور دیکھے گا تو کچھ دیر، جس کی مقدار کا اندازہ صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، خاموش رہے گا۔ اس کے بعد کہے گا: اے میرے پروردگار! مجھے بھی جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم تجھ پر حیرت ہے! تو کس قدر عہد شکن واقع ہوا ہے! کیا تو نے اس بات پر کہ جو کچھ تجھے دے دیا گیا ہے اس کے علاوہ مزید کچھ طلب نہیں کرے گا، ہر قسم کے عہد و پیمان نہیں کیئے تھے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! مجھے اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ بدنصیب نہ رہنے دے! چنانچہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ان باتوں پر ہنسی آ جائے گی اور اسے جنت میں داخل ہونے کی اجازت مرحمت فرما دے گا۔ اس کے بعد فرمائے گا جو آرزو کر سکتا ہے کر! چنانچہ وہ تمنا کرے گا، طلب کرے گا اور مانگے گا حتیٰ کہ اس کی تمام آرزوئیں ختم ہو جائیں گی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ یاد دلائے گا کہ مزید یہ اور یہ (آرزو کر اور طلب کر) حتیٰ کہ جب اس کے دل کی تمام آرزوئیں اور تمنائیں پوری ہو جائیں گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تجھے یہ سب کچھ عطا کیا گیا اور اسی قدر مزید دیا گیا۔

اخرجہ البخاری فی: کتاب الاذان: باب ۱۲۹ فضل السجود

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۃ الاولیاء

حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات ومناقب

از:.................... حضرت شیخ فریدالدین عطارؒ

تعارف: آپ کو کشف ومجاہدات میں مکمل دسترس حاصل تھی اور اصول شرع کے بہت بڑے عالم تھے اور اپنے ماموں علی حشرم کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ مرو میں ولادت ہوئی اور بغداد میں مقیم رہے۔ آپ کی توبہ کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حالت دیوانگی میں کہیں جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہوا ملا۔ جس پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا ہوا تھا آپ نے اس کاغذ کو عطر سے معطر کر کے کسی بلند مقام پر رکھ دیا اور اسی شب خواب میں دیکھا کہ کسی درویش کو منجانب اللہ یہ حکم ملا کہ بشر حافی کو یہ خوشخبری سنادو کہ ہمارے نام کو معطر کر کے جو تم نے تعظیماً ایک بلند مقام پر رکھا ہے اس کی وجہ سے ہم تمہیں بھی پاکیزہ مراتب عطا کریں گے اور بیداری کے بعد جب ان درویش کو یہ تصور آیا کہ بشر حافی تو فسق وفجور میں مبتلا ہیں اس لئے شاید میرا خواب صحیح نہیں ہے۔ لیکن دوسری مرتبہ اور تیسری مرتبہ بھی جب یہی خواب نظر آیا تو وہ آپ کے گھر پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ میکدے میں ہیں۔ اور جب وہ درویش میکدے میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ بشر حافی نشہ میں چور اور بدمست پڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے لوگوں سے کہا کہ آپ سے جا کر کہہ دو کہ میں تمہارے لئے ایک ضروری پیغام لایا ہوں۔ چنانچہ جب لوگوں نے آپ سے کہا تو فرمایا کہ نامعلوم عتاب الٰہی کا پیغام ہے یا سزا کا اور یہ کہہ کر میکدہ سے ہمیشہ کے لئے توبہ کر کے نکلے جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے وہ عظیم مراتب عطا فرمائے کہ آپ کا ذکر بھی قلوب کے لئے سکون بن گیا اور چونکہ آپ اس احساس کی وجہ سے ننگے پاؤں رہا کرتے تھے کہ زمین کو اللہ تعالیٰ نے فرش فرمایا ہے اس لئے شاہی فرش پر جوتے پہن کر چلنا آداب کے منافی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کو فی کہا جاتا ہے۔

واقعات: اولیاء کرام کی ایسی جماعت بھی تھی جو نہ تو ڈھیلے سے استنجاء کرتے تھے اور نہ زمین پر تھوکتے تھے کیوں کہ انہیں ہر شئے میں اور ہر جگہ انوار الٰہی کا ظہور محسوس ہوتا تھا چنانچہ بشر حافی کا بھی اس جماعت سے تعلق تھا اور بعض صوفیاء کے نزدیک چونکہ نورِ الٰہی چشم سالک میں ہوا کرتا ہے اس لئے اسے ہر جگہ

سوائے خدا کے کچھ نظر نہیں آتا ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم حضرت شعلبہ کی میت کے ہمراہ انگوٹھوں کے بل تشریف لے جارہے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ ملائکہ کے پروں پر میرا قدم نہ پڑ جائے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ بیشتر آپ ہی کی معیت میں رہتے اور آپ کے عقیدت مندوں میں سے تھے۔ چنانچہ جب آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ محدث فقیہ ہونے کے باوجود آپ ایک خطبی کے ہمراہ کیوں رہتے ہیں۔ فرمایا کہ مجھے اپنے علوم پر مکمل طور پر عبور حاصل ہے لیکن وہ خبطی اللہ تعالیٰ کو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اسی وجہ سے امام صاحب اکثر آپ سے استدعا کرتے کہ مجھے خدا کی باتیں سناؤ۔ منقول ہے کہ ایک مرتبہ آپ حیرت کی حالت میں پوری رات گھر کے دروازے پر ایک قدم اندر اور ایک باہر رکھے کھڑے رہے پھر ایک مرتبہ چھت پر چڑھتے ہوئے پوری رات سیڑھیوں ہی پر کھڑے گزار دی اور جب نماز صبح کے وقت آپ اپنی ہمشیرہ کے یہاں پہنچے تو انہوں نے کہا: یہ کیا حالت بنا رکھی ہے؟ فرمایا کہ میں اس تصور میں غرق ہوں کہ بغداد میں دو غیر مسلموں کے نام بھی بشر ہیں اور میرا نام بھی یہی ہے لیکن نہ جانے اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت اسلام سے کیوں نوازا اور انہیں کیوں محروم رکھا۔

ایک مرتبہ میدان بنو اسرائیل میں حضرت بلال خواص کی ملاقات حضرت خضر سے ہوگئی تو بلال خواص نے پوچھا کہ امام شافعی کے متعلق آپ کی رائے کیا ہے؟ خضر نے فرمایا کہ وہ اوتار میں سے ہیں اور جب امام حنبل کے لئے دریافت کیا تو فرمایا کہ ان کا شمار صدیقین میں ہوتا ہے اور جب حضرت بشر حافی کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ وہ منفرد زمانہ ہیں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے ذوالنون مصری کو عبارت سے متصف پایا اور حضرت سہیل کو اشاروں پر چلنے والا دیکھا اور بشر حافی و تقویٰ میں ممتاز پایا۔ لوگوں نے پوچھا کہ پھر آپ کا رجحان کس کی طرف ہے فرمایا کہ بشر حافی کی طرف کیوں کہ وہ میرے استاد بھی ہیں۔

حضرت بشر حافی نے محدث ہونے کے بعد باقی تمام علوم کی کتابوں کو زیر زمین دفن کر دیا تھا لیکن اس کے باوجود بھی حدیث کبھی بیان نہیں کی اور یہ فرماتے تھے کہ میں اس وجہ سے حدیث بیان نہیں کرتا کہ میرے اندر حصول شہرت کا جذبہ ہے اور اگر یہ خامی نہ ہوتی تو میں ضرور حدیث بیان کرتا۔ ایک مرتبہ لوگوں نے عرض کیا کہ جب بغداد میں اکل حلال کی تمیز باقی نہیں رہی تو آپ کے کھانے کا کیا انتظام ہے؟ فرمایا کہ جس جگہ سے تم کھاتے ہو میں بھی کھاتا ہوں اور جب لوگوں نے سوال کیا کہ عظیم مراتب آپ کو کیسے حاصل ہوئے۔ فرمایا کہ ایک لقمہ کی بھوک چھوڑ کر کیوں کہ ہنسنے والا کھا کر رونے والے کے برابر نہیں ہوسکتا اور اکل حلال میں بھی فضول خرچی کا اندیشہ باقی رہتا ہے۔ پھر کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سالن کس چیز کا کھانا چاہئے؟ فرمایا کہ عافیت کا سالن کھاؤ، مشہور ہے کہ آپ نے چالیس برس تک خواہش کے باوجود کبھی بکری کی سری نہیں کھائی۔ اور ہمیشہ باقلہ کی ترکاری کھانے کو جی چاہتا رہا لیکن کھائی کبھی نہیں اور کبھی حکومت کی جاری کردہ نہر سے پانی نہیں پیا۔ پھر ایک مرتبہ جب لوگوں نے یہ سوال کیا کہ آپ کو یہ

مراتب کیسے حاصل ہوئے؟ تو فرمایا کہ خدا کے علاوہ میں نے کبھی کسی پر اظہار حال نہیں کیا اور میں وعظ ونصیحت سے یہ بہتر تصور کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے خدا کا ذکر کرتا رہوں۔ کسی نے آپ کو موسم سرما میں برہنہ اور کپکپاتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ آپ اتنی اذیتیں کیوں برداشت کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اس وجہ سے کہ اس سردی میں فقراء صاحب حاجت ہوں گے ان کا کیا حال ہوگا؟ اور میرے پاس اتنا دینے کو نہیں ہے کہ ان کی احتیاج ختم کر سکوں۔ اس لئے جسمانی طور پر ان کا شریک رہتا ہوں۔

حضرت احمد بن ابراہیم المطلب فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بشر نے مجھ سے فرمایا کہ حضرت معروف کو میرا یہ پیغام پہنچا دینا کہ میں نماز فجر کے بعد آپ کے پاس آؤں گا لیکن آپ عشاء کے وقت بھی تشریف نہیں لائے۔ چنانچہ میں چشم براہ تھا تو دیکھا کہ آپ اپنا مصلیٰ اٹھا کر دریائے دجلہ پر پہنچے اور پانی کے اوپر چل کر صبح تک حضرت معروف سے مصروف گفتگو رہے اور صبح کو پھر پانی پر چلتے ہوئے واپس آ گئے۔ اس وقت میں نے قدم پکڑ کر اپنے لئے دعاء کی درخواست کی تو دعا دے کر فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیکھا ہے اس کو میری حیات میں کسی سے بیان نہ کرنا۔ کسی اجتماع میں آپ رضائے الٰہی کے اوصاف بیان فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یہ تو ہم بخوبی جانتے ہیں کہ آپ بہت ہی باصفا، باکمال بے نیاز ہیں لیکن اس میں کیا حرج ہے کہ اگر پوشیدہ طور پر دوسروں سے کچھ لے کر فقراء میں تقسیم کر دیا کریں۔ گو یہ بات آپ کو بار خاطر ہوئی پھر بھی مسکرا کر فرمایا کہ فقراء کے بھی تین قسمیں ہیں اول وہ جو مخلوق سے طلب کرتے ہیں اور نہ کسی کے کچھ دینے کے باوجود ان سے کچھ لیتے ہیں۔ ان کا شمار تو ایسے روحانی بندوں میں ہوتا ہے کہ جو کچھ خدا سے مانگتے ہیں مل جاتا ہے۔ دوم وہ جو خود تو کسی سے طلب نہیں کرتے لیکن اگر کوئی دے دے تو قبول کر لیتے ہیں یہ متوسط قسم کے متوکل ہوتے ہیں اور انہیں جنت کی تمام نعمتیں حاصل ہوں گی۔ سوم وہ جو نفس کشی کرتے ہوئے صبر وضبط سے کام لے کر ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے کہ ایک مرتبہ حضرت علی جرجانی کسی چشمے کے نزدیک تشریف فرما تھے اور میں بھی ان کے سامنے پہنچ گیا تو آپ مجھے دیکھ کر یہ کہتے ہوئے بھاگ پڑے کہ مجھے انسان کی شکل نظر آ گئی جس کی وجہ سے میں یہ گناہ کا مرتکب ہو گیا لیکن میں بھی بھاگتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرما دیجئے۔ تو آپ نے کہا کہ فقر کو پوشیدہ رکھ کر صبر اختیار کرو اور خواہشات نفسانی کو نکال پھینکو اور مکان کو قبر سے بھی زیادہ خالی رکھو تا کہ ترک دنیا کا رنج نہ ہو۔

ایک قافلہ حج کی نیت سے روانہ ہونے لگا تو اہل قافلہ نے آپ سے بھی اپنے ہمراہ چلنے کی استدعاء کی۔ لیکن آپ نے تین شرطیں پیش کر دیں اول یہ کہ کوئی شخص اپنے ہمراہ توشہ نہ لے، دوم کسی سے بھی کچھ طلب نہ کرے۔ سوم اگر کوئی کچھ پیش بھی کرے جب بھی قبول نہ کرے۔ یہ سن کر اہل قافلہ نے عرض کیا کہ پہلی دو شرطیں تو ہمیں منظور ہیں لیکن تیسری شرط قابل قبول نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ توکل حاجیوں کا توشہ سفر

ہے اور اگر تم یہ قصد کر لیتے کہ کسی سے کچھ نہ لیں گے تو خدا پر توکل بھی ہو جاتا اور درجہ ولایت حاصل ہوتا۔

آپ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ ایک صاحب میرے منتظر ہیں اور میرے اس سوال پر کہ بلا اجازت مکان میں تم کیوں داخل ہوئے۔ فرمایا کہ میں خضر ہوں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ پھر میرے لئے دعاء فرمادیں تو آپ نے کہا کہ اللہ تیرے لئے عبادت کو آسان کر دے اور تیری عبادت کو تجھ سے بھی پوشیدہ رکھے۔

کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرے پاس ایک ہزار درہم ہیں اور میں حج کا خواہش مند ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ رقم کسی مقروض کے قرض میں دے دو۔ یا یتیموں اور مفلس عیال داروں میں تقسیم کر دو تو تمہیں حج سے بھی زیادہ ثواب ملے گا لیکن اس نے کہا کہ مجھے حج کی بہت خواہش ہے فرمایا کہ تو نے ناجائز طریقے سے یہ رقم حاصل کی ہے اس لئے تو زیادہ ثواب کا خواہش مند بننا چاہتا ہے۔

ایک دن آپ نے قبرستان میں مردوں کو لڑتے ہوئے دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ یہ راز مجھے بھی معلوم ہو جائے اور جب میں نے ان مردوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ایک ہفتہ قبل کسی شخص نے سورۂ اخلاص پڑھ کر اس کا ثواب ہمیں بخش دیا تھا اور آج پورے ایک ہفتہ سے ہم اس کی تقسیم میں مصروف ہیں لیکن ابھی تک وہ ختم نہیں ہوا۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک مرتبہ خواب میں حضور اکرم کی زیارت سے مشرف ہوا تو حضور نے پوچھا کہ اے بشر! کیا تجھے علم ہے کہ تیرے دور کے بزرگوں سے تیرا درجہ کیوں بلند کیا گیا؟ میں نے عرض کیا کہ مجھے تو معلوم نہیں۔ فرمایا کہ تو نے سنت کا اتباع کرتے ہوئے بزرگوں کی تعظیم کی اور مسلمانوں کو راہ حق دکھاتا رہا اور میرے اصحاب اور اہل بیت کو تو نے ہمیشہ محبوب رکھا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تجھے یہ مرتبہ فرمایا۔ پھر دوبارہ جب حضور کی زیارت سے مشرف ہوا تو عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمادیں۔ حضور نے فرمایا کہ امراء حصول ثواب کے لئے فقراء کی جو خدمت کرتے ہیں وہ تو پسندیدہ ہیں لیکن اس سے زیادہ افضل یہ ہے کہ فقراء کبھی امراء کے آگے دست طلب دراز نہ کریں بلکہ خدائے تعالیٰ پر مکمل بھروسہ رکھیں۔

ارشادات: آپ اکثر فرمایا کرتے کہ پانی جب تک رواں رہتا ہے صاف رہتا ہے اور جب رک جاتا ہے گدلا اور کیچڑ جیسا ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ جو دنیاوی عزت چاہتا ہے اسے تین چیزوں سے کنارہ کش رہنا چاہئے۔ اول مخلوق سے اظہار حاجت کرنا، دوم دوسروں کے عیب نکالنا، سوم کسی مہمان کے ہمراہ جانا۔ فرمایا کہ دنیاوی نمود کا خواہش مند لذت آخرت سے محروم رہتا ہے۔ فرمایا کہ قانع رہنے سے صرف دنیا ہی میں سرعت مل جاتی جب بھی قناعت بہتر تھی پھر فرمایا کہ یہ تصور کرنا کہ لوگ ہمیں بہتر سمجھیں محض حب دنیا کا مظہر ہے اور جب تک بندہ نفس کے سامنے فولادی دیوار قائم نہیں کر لیتا اس وقت تک عبادت میں لذت و حلاوت حاصل

نہیں کرسکتا۔ فرمایا کہ یہ تین کام بہت مشکل ہیں۔ اول مفلسی میں سخاوت، دوم خوف میں صداقت، سوم خلوت میں تقویٰ۔ فرمایا کہ تقویٰ نام ہے شکوک وشبہات سے پاک ہونے اور قلب کی ہمہ وقت گرفت کرنے کا۔ فرمایا کہ اللہ نے بندے کو صبر و معرفت سے زیادہ عظیم شئے اور کوئی نہیں عطا کی اور اہل معرفت ہی خدا کے مخصوص بندے ہیں اور جو بندہ اللہ کے ساتھ قلب کو صاف رکھتا ہے اس کو صوفی کہتے ہیں۔ اور اہل معرفت وہ ہیں کہ جن کو سوائے خدا کے نہ کوئی جانتا ہے نہ عزت کرتا ہے۔ اور جو شخص حلاوت آزادی کے ساتھ ہمکنار ہونا چاہے ان کو اپنے خیالات پاکیزہ بنانے چاہئیں اور جو صدق دلی کے ساتھ عبادت کرتا ہے وہ لوگوں سے وحشت زدہ رہتا ہے۔ فرمایا کہ نہ تو مجھے کبھی اہل دنیا میں بیٹھنا گوارا ہوا اور نہ کبھی انہیں میری صحبت اچھی لگی۔ کسی نے عرض کیا کہ میں متوکل علی اللہ ہوں۔ فرمایا اگر تو متوکل ہے تو خدا کے احکام پر بھی یقیناً راضی ہوگا۔ انتقال کے وقت جب آپ شدید مضطرب ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ترک دنیا کا غم ہے۔ فرمایا نہیں بلکہ بارگاہ خداوندی میں جانے کا خوف ہے۔ کسی شخص نے آپ کی موت کے وقت جب آپ سے اپنی مفلسی کا رونا رویا تو آپ نے اپنا پیراہن کو تو اتار کر اس کو دے دیا اور خود دوسرے کا مانگ کر پہن لیا۔

انتقال کے بعد کسی نے خواب میں آپ سے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے اس لئے ناراض ہوا کہ تو دنیا میں اس سے اتنا زیادہ کیوں خائف رہتا تھا اور کیا تجھے میری کریمی پر یقین نہیں تھا؟ پھر اسی شخص نے اگلے دن خواب میں دیکھ کر جب حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ نے میری مغفرت فرمادی اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ خوب اچھی طرح کھا اور پی۔ اس لئے کہ دنیا میں تو نے ہماری یاد کی وجہ سے نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ پھر کسی اور شخص نے خواب میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا میری بخشش بھی ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے میرے لئے نصف بہشت جائز قرار دے دی اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تو آگ پر بھی سجدہ ریزی کرتا رہتا جب بھی اس چیز کا میں دیکھ کر حال پوچھا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت کر کے یہ فرمایا کہ جب ہم نے تجھے دنیا سے اٹھایا تو تجھ سے افضل اور کوئی نہیں تھا۔

آپ کا مقام: کسی عورت نے امام حنبل سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ میں اپنی چھت پر سوت کات رہی تھی کہ راستہ میں شاہی روشنی کا گزر ہوا اور اسی روشنی میں تھوڑا سا سوت کات لیا۔ اب فرمائیے کہ وہ سوت جائز ہے یا ناجائز۔ یہ سن کا امام صاحب نے فرمایا کہ تم کون ہو؟ اور اس قسم کا مسئلہ کیوں دریافت کرتی ہو؟ اس عورت نے جواب دیا کہ میں بشر حافی کی ہمشیرہ ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ تمہارے لئے وہ سوت جائز نہیں۔ کیونکہ تم اہل تقویٰ کے خاندان سے ہو اور تمہیں اپنے بھائی کے نقش قدم پر چلنا چاہئے جو مشتبہ کھانے پر اگر ہاتھ بڑھائے تو ہاتھ بھی ان کی پیروی نہیں کرتا تھا۔ (ماخوذ: تذکرۃ الاولیاء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حلال کمائی

از:

میر عبدالواحد بلگرامی

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے یـاَیُّھَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۔اے پیغمبر پاکیزہ کھاؤ اور نیک عمل کرو۔قوت القلوب میں بیان کیا ہے کہ اکل حلال کو ہر اچھے عمل پر مقدم کیا اس لئے کہ عمل صالح، طعام، طیب کا نتیجہ ہے۔حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ نے فرمایا کہ لقمہ تخم ہے اور عمل اس کا پھل۔تو بیج جتنا اچھا ہوگا اس کا پھل اتنا ہی عمدہ۔مناہج میں بیان کیا کہ ہر وہ غذا جسے شریعت نے حلال بتایا ہے اس کا اثر جو بحکم شریعت، عدالت استقامت وغیرہ ہے اور اس کے ساتھ موجود ہے۔وہ نفس میں اور تمام اعضاء میں ظاہر ہوتا ہے اور اس وقت وہ نفس، عبادت کی ادائیگی میں نرم اور فرمانبردار بن جاتا ہے۔ ارشاد باری ہے۔ثُمَّ تَلِیْنُ جُلُوْدُھُمْ وَقُلُوْبُھُمْ اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ ۔یعنی پھر ان کے بدن اور دل اللہ کے ذکر کے لئے نرم پڑ جاتے ہیں۔'' اس میں اسی طرف اشارہ ہے اور شریعت نے جس غذا کو حرام بتلایا ہے یا اس کے حلال ہونے کی وجہ مشتبہ یا پوشیدہ ہے اس غذا کا اثر جو انحراف وسرکشی ہے اس کے ساتھ بدن میں پہنچتا ہے۔اگر چہ وہ ایک ہی لقمہ ہو۔اس وقت اس غذا کا اثر نفس اور اجزاء بدن میں دوڑ جاتا ہے اور گناہ کو شی، سرکشی، ممنوعات کی بجا آوری اور خراب عادتوں کا چسکا، یہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔حدیث شریف میں فرمایا کہ ان اللہ طیب لا یقبل الا طیب اللہ تعالیٰ طیّب ہے۔وہ طیّب ہی کو قبول فرماتا ہے۔ صاحب روضۃ الانوار نے فرمایا۔

دست و دل از زمزم وکوثر بشوی — وآب از سرچشمۂ تقویٰ بجوی

لقمہ کہ دراصل نہ باشد حلال — زونفتد مرد مگر درضلال

قطرہ باران تو، چوں صاف نیست — گوہر دریائی تو شفاف نیست

ہاتھ اور دل زمزم وکوثر سے دھو اور اس کا پانی پرہیز گاری کے چشمے سے ڈھونڈ وہ نوالہ جو اصل میں حلال نہیں ہوتا۔اس سے آدمی صرف گمراہی میں پڑتا ہے۔تیری بارش کا قطرہ جب صاف نہیں ہے تو پھر تیرے دریا کا گوہر بھی شفاف نہ ہوگا ہاں (اے غافل) یہ معاملہ بھی عجیب ہے کہ بعض وقت شبہ والی چیزیں

اور غیر ذریعہ حلال کے چند لقمے کھانے سے، طاعت اور عبادت میں زیادتی محسوس ہوتی اور نیک کاموں کی طرف رغبت بڑھتی معلوم ہوتی ہے (مگر لا حاصل)

نقل ہے کہ ایک جوان نے ابراہیم ادہم قدس سرہ سے بیعت کی۔ اور فرمانبرداری اور عبادت میں اتنا آگے بڑھ گیا کہ اسے ذکر وفکر ومراقبہ اور تلاوت کے بغیر چین نہ پڑتا۔ یہاں تک حضرت ابراہیم ادہم کو حیرت بھی ہوئی اور شرمندگی بھی۔ کہ یہ نوجوان اتنی عبادت کرتا ہے کہ مجھے میسر نہیں ہوتی۔ کچھ مدت بعد آپ نے نور باطن سے معلوم کیا کہ اس کی یہ عبادت سب بے سود ہے۔ اس کی کوئی بنیاد نہیں کہ اس کا کھانا پینا غیر شرعی ذریعوں اور شبہوں سے ہے۔ آپ نے فرمایا کہ "اے جوان جو کھانا تو کھاتا ہے مت کھا۔ تجھے جو کچھ کھانا ہے میرے ساتھ کھا۔" اس نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ اس کی وہ تمام ریاضتیں اور عبادتیں ناتمام و ناقص رہ گئیں۔ اور یہ حالت ہوگئی کہ فرض نماز کا ادا کرنا بھی اس پر دشوار ہوگیا۔ ایک روز حضرت ابراہیم سے اپنی ریاضت اور عبادت کی کمی اور کوتاہی کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں جو رغبت اور کوشش مجھے اس سے پہلے تھی اب وہ باقی نہیں رہی۔ ابراہیم ادہم قدس سرہ نے فرمایا کہ حلال روزی کھاؤ پھر تم پر یہ واجب نہیں کہ رات کو قیام کرو اور دن میں روزہ رکھو (اکل حلال خود تمام عبادات کی اصل ہے)

لقمۂ شبہ ست تخمِ پلید ندہد جز نتیجۂ ناپاک

تو بدرگاہ پاک خواہی رفت ہدیہ پاکیزہ بر بصد تاپاک

شبہ کا لقمہ پلید بیج ہے جس کی پیداوار سوائے ناپاکی کے کچھ نہیں۔ تجھے پاک دربار میں حاضر ہونا ہے لہٰذا پاکیزہ اور پاک وصاف ہدیہ لے کر چل۔

صدیق اکبرؓ نے اپنے غلام کی کمائی کا دودھ پیا پھر اس غلام سے پوچھا کہ یہ دودھ کہاں سے لائے۔ اس نے جواب دیا کہ میں نے ایک گروہ کی کتابت کی انہوں نے یہ دودھ مجھے دیا۔ صدیق اکبرؓ نے اپنی انگلی منہ میں ڈال یا ور اس دودھ کو سختی اور تکلیف سے باہر اگل دیا اور اس طرح کہ دوسرے یہ سمجھے کہ یہ شاید اپنی جان دے دیں گے۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ یا الٰہی اس دودھ کا معذرت خواہ ہوں جو رگوں میں پہنچ چکا اور ورید میں مل گیا۔ کسی نے یہ واقعہ رسول خدا ﷺ سے عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ صدیق کے پیٹ میں سوائے پاکیزہ کھانے کے کچھ اور نہیں جاتا۔

منقول ہے کہ جو شخص چالیس روز تک شبہ کا کھانا کھاتا ہے اس کا دل اندھا ہوجاتا ہے۔ امام سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ جسے یہ محبوب ہو کہ صدیقوں کی نشانیاں اس پر منکشف ہوجائیں اسے چاہیئے کہ سوائے حلال کے کچھ اور نہ کھائے اور سوائے حاجت اور ضرورت کے کوئی کام نہ کرے۔ لہٰذا خیال رکھنا چاہیئے کہ

سوائے حلال وطیب کے کچھ نہ کھائے کہ جو گوشت حرام سے پیدا ہو اس کے لئے دوزخ ہی زیادہ بہتر ہے۔ حلال وہ ہے کہ اس کی حِلّت پر شرع فتویٰ دے اور طیبّ وہ ہے جس کا دل فتویٰ دے۔

مخدوم ملت شیخ مینا قدس سرہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ کچھ لوگ ایک درویش کو خوشامد و منت سے ایک بادشاہ کے دستر خوان پر لے گئے جب کھانا چنا گیا اس درویش نے اپنی آستین سے چند روٹیاں نکالیں اور کھانا شروع کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ یہ کھانا حلال ذریعے کا ہے اسے کھایئے۔ درویش نے کہا کہ اگر چہ حلال ہے مگر میرا دل فتویٰ نہیں دیتا۔ بادشاہ نے کہا کہ میں آپ سے پھر عرض کرتا ہوں کہ حلال ذریعہ سے میں نے یہ کھانا تیار کرایا ہے۔ آپ کھاتے کیوں نہیں؟ میرے کھانا کھانے سے کسی کا ایمان تو نہیں چلا جائے گا۔ جواب دیا کہ اگر چہ ایمان تو نہ جائے گا مگر ایمان کی حلاوت ضرور چلی جائے گی۔ تفسیر میں ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے وہ دانہ جس سے منع فرمادیا گیا تھا کھالیا۔ اور اس کی شومی سے تخت و تاج چلا گیا اور لباس وحُلّہ زائل ہو گیا اور آپ جنت سے باہر تشریف لائے، تو آپ نے پشیمانی کی حالت میں منہ میں انگلی ڈالی اور قے کر دی۔ زمین کے کیڑے مکوڑوں اور حشرات الارض سانپ وغیرہ نے وہ قے کھالی۔ تو اس کا زہر ان کے تالوؤں، ڈنکوں اور دانتوں میں اثر کر گیا۔ اور جو گھاس اس قے کی جگہ اگی اس میں زہر کا اثر ظاہر ہوا اور جو نطفہ کہ اس لقمہ کی غذا سے پیدا ہوا اس سے قابیل پیدا کیا گیا جو کفر و فساد کا منشا تھا اور جس نے قتل وظلم کی بنیاد رکھی۔ اس سے تم اندازہ لگا سکتے ہو کہ ناجائز لقمہ کیا اثر رکھتا ہے۔

عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر تم نماز پڑھو یہاں تک کہ بوڑھے ہو جاؤ اور تم روزہ رکھو یہاں تک کہ کمانوں کے چلوں کی طرح ہو جاؤ تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا مگر اس پرہیز گاری کے ساتھ جو تمہیں باز رکھے (ممنوعات سے) امام احمد بن حنبل حضرت یحییٰ بن معین رضی اللہ عنہما کے پاس بہت زیادہ آمد و رفت رکھتے۔ ایک مرتبہ یحیی بن معین نے فرمایا کہ میں کسی سے کچھ نہ مانگوں اور یہ نہ پوچھوں کہ کہاں سے آیا اور اگر وہ دے تو کھالوں گا۔ امام احمد بن حنبل قدس سرہ نے ان کی صحبت چھوڑ دی۔ خواجہ یحییٰ نے فرمایا کہ میں نے مذاق میں یہ بات کہی تھی اور آپ سے معافی چاہی۔ امام احمد نے فرمایا کہ دین کے کاموں میں تم مذاق کرتے ہو کیا نہیں جانتے کہ کھانا بھی امور دین سے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے عمل صالح پر مقدم کیا ہے اور فرمایا ہے کہ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔

کہتے ہیں کہ فضیل عیاض ابن عتبہ اور ابن مبارک مکہ میں حضرت وہب کے پاس گئے۔ کچھ عرصہ کے بعد تازہ کھجوریں یاد آئیں۔ حضرت وہب نے فرمایا کہ میں تازہ کھجوریں نہیں کھاتا ہوں اس لئے کہ مکہ کی کھجوریں زبیدہ وغیرھا کے باغوں سے ملتی جلتی ہیں۔ ابن مبارک نے فرمایا کہ اگر ان باتوں کا خیال

کرو گے تو تم پر روٹی کھانا بھی دشوار ہو جائے گا اس لئے کہ خالص بھی شبہ سے خالی نہیں۔ وہب پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت سفیان نے ابن المبارک سے کہا کہ اس شخص کو تم نے مار دیا۔ انہوں نے کہا کہ میری مراد سوائے اس کے اور کچھ نہ تھی کہ ان کا کام ان پر آسان کر دوں۔ جب آپ ہوش میں آئے تو منت مانی کہ روٹی ہرگز نہ کھاؤں گا۔ چنانچہ اس روز سے دودھ پینا شروع کیا۔ ایک روز آپ کی والدہ ان کے لئے دودھ لائیں۔ آپ نے پوچھا کہاں سے آیا؟ والدہ نے جواب دیا کہ فلاں قبیلہ کی بکریوں کا ہے۔ فرمایا کہ انہیں وہ بکریاں کہاں سے ملیں۔ آپ کی والدہ نے سب حال بیان کیا۔ جب آپ دودھ اپنے منہ کے قریب لے گئے تو فرمایا کہ بکریاں چرتی کہاں ہیں؟ فرمایا کہ اس مقام پر کہ مسلمانوں کا اس میں حق ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے گا۔ پی جاؤ۔ فرمایا کہ ہرگز نہ پیوں گا۔ میں نہیں چاہتا کہ اس کی مغفرت گناہ کے بدلہ میں لوں۔ بعض سلف نے فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس کی شرم رکھتا ہوں کہ میں دو سو سال کے بعد حلال رزق مانگوں۔ ہاں وہ رزق مانگوں گا کہ مجھے اس پر عذاب نہ دے۔ (ماخوذ: سبع سنابل شریف)

☆☆☆☆☆☆☆

حکایت:

حضرت سیّد احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ روضۂ مبارک پر عرض کئے ''السلام علیکم یا جدی'' (سلام عرض کرتا ہوں میں اے میرے جد) جواب عطا ہوا ''وعلیکم السلام یا ولدی'' (وعلیکم السلام اے میرے بچے حضور سے جواب ملا) جس کو تمام اہل مسجد نے سنا، سید احمد رفاعیؒ پر وجد کا شدید غلبہ ہوا، بڑی دیر تک روتے رہے، شدت شوق میں عرض کئے ''نانا جان دور تھا تو اپنی روح کو حضور میں بھیج دیا کرتا تھا، وہ میری نائب بن کر زمین بوسی کرتی تھی، اب جسم کو بھی لایا ہوں ذرا سیدھا ہاتھ بڑھائیے کہ اس کے بوسہ سے مشرف ہوں'' فوراً سیدھا دست مبارک چمک ودمک سے قبر شریف سے نکلا، ہزار ہا آدمیوں نے زیارت کی، اور حضرت سید احمد رفاعیؒ نے بوسہ لیا، پھر دوسرے سال حاضر ہوئے تو عرض کئے کہ اگر لوگ پوچھیں کہ ''تم زیارت کر کے آئے تو کیا لے کر آئے تو میں جواب میں کیا کہوں، قبر شریف سے آواز آئی جس کو تمام حاضرین نے سنا ''تم یوں کہنا کہ ہم ہر طرح کی خیر و برکت لے کر آئے۔ 'فروع' (سید احمد رفاعیؒ یعنی ولد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گلستان سعدی

از: .... حضرت مولانا شیخ سعدیؒ

مثنوی

ناسزائے را کہ بینی بختیار | عاقلاں تسلیم کردند اختیار

جب تو کسی نالائق کو نصیبہ ور دیکھے (تو چپ رہ اس لئے کہ) | عقلمندوں نے ایسے موقع پر تابعداری اختیار کرلی ہے

چوں نداری ناخنِ درندہ تیز | با بداں آں بہ کہ کم گیری ستیز

جب تو پھاڑنے والے تیز ناخن نہیں رکھتا | تو بہتر یہ ہے کہ بُروں سے لڑائی نہ مول لے

ہر کہ بافولاد بازو پنجہ کرد | ساعدِ سمینِ خود را رنجہ کرد

جس نے فولادی بازو والے سے پنجہ لڑایا | اس نے اپنے چاندی کے سے نازک پہونچے کو ستایا

باش تا دستش ببندد روزگار | پس بکامِ دوستاں مغزش برآر

اس وقت تک ٹھہر جب تک زمانہ اس کے ہاتھ باندھے | پھر دوستوں کے اقبال سے اس کا بھیجا نکال دے

حکایت:

یکے را از ملوک مرضے ہائل بود کہ اعادتِ ذکرِ آں ناکردن

ایک بادشاہ کو ایک ایسا خوفناک مرض تھا جس کا ذکر نہ کرنا ہی

اولےٰ طائفہ از حکمائے یونان متفق شدند کہ مرایں دردرا دوائے

بہتر ہے یونانی حکیموں کا ایک گروہ اس بات پر متفق ہوگیا کہ اس مرض کی کوئی دوا

نیست مگر زہرہٗ آدمی کہ بہ چندیں صفت موصوف باشد بفرمود طلب

نہیں بجز ایسے آدمی کے پتہ کے جواتنی صفات رکھتا ہو۔ بادشاہ نے تلاش کرنے کا حکم

کردن دہقاں پسرے رایافتند براں صورت کہ حکیماں گفتہ بودند پدرو مادرش

دے دیا لوگوں نے ایک چودھری کے لڑکے کو انہی صفات کا پایا جو حکیموں نے بتائی تھیں اس کے ماں باپ

رابخواندند وبہ نعمت بے کراں خوشنود گردانیدند وقاضی فتویٰ داد کہ

کو بلایا اور بیشمار دولت دے کر ان کو راضی کرلیا اور قاضی نے فتویٰ دے دیا کہ

خون یکے از رعیّت ریختن سلامت نفسِ پادشہ را روا باشد جلاد قصد کرد

بادشاہ کی جان کی سلامتی کی خاطر رعیت کے ایک آدمی کا خون بہانا جائز ہے جلاد نے قتل کا ارادہ کیا

پسر سَر سوئے آسماں برآورد تبسُّم کرد مَلِک پرُسید کہ درینحالت چہ جائے

لڑکے نے آسمان کی طرف سر اٹھایا اور مسکرایا بادشاہ نے دریافت کیا کہ یہ ہنسنے کا کیا

خندیدن ست گفت نازِ فرزند بر پدر و مادر باشد ودعویٰ پیش قاضی برند

موقع ہے اس نے کہا اولاد کا ناز ماں اور باپ پر ہوتا ہے۔اور دعویٰ قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں

داد از پادشاہ خواہند اکنون پدر و مادر بعلتِ حطامِ دنیا مرا بہ خوں درسپردند

اور انصاف بادشاہ سے چاہتے ہیں۔اب ماں باپ نے دنیا کے سبب مجھے قتل کرنے دے دیا

وقاضی بکشتنم فتویٰ داد وسلطاں مصالح خویش اندر ہلاک من می بیند

اور قاضی نے میرے قتل کا فتویٰ دیدیا اور بادشاہ اپنی بھلائی میرے قتل میں سمجھتا ہے

بجز خدائے عزوجلَّ پناہے نمی بینم

سوائے خدائے غالب اور بزرگ کے میں اب کوئی پناہ نہیں دیکھتا ہوں۔

بیت

پیش کہ برآورم زدستت فریاد ہم پیش تو از دست تو میخواہم داد

تیرے متعلق کس کے سامنے فریاد لے جاؤں تیرے متعلق تجھی سے انصاف چاہتا ہوں

سلطان را دل ازیں سخن بہم برآمد و آب در دیدہ بگردانید و گفت ہلاک من

یہ بات سن کر بادشاہ کا دل بھر آیا۔ اور آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور کہنے لگا ایسے بے قصور

اولیٰ تر کہ خون چنیں طفلے ریختن بے گناہ سر و چشمش ببوسید و در کنار

لڑکے کے خون بہانے سے میرا مرنا ہی بہتر ہے۔ اس کے سر اور آنکھوں کا بوسہ لیا اور بغل گیر

گرفت و آزاد کرد و نعمت بے اندازہ بخشید گویند ہمدراں ہفتہ صحت یافت

ہوا اس کو چھوڑ دیا اور بے اندازہ دولت دے دی لوگ کہتے ہیں بادشاہ اسی ہفتہ تندرست ہوگیا

قطعہ

ہمچناں در فکرِ آں بیتم کہ گفت پیلبانے بر لبِ دریائے نیل

میں اسی طرح اس شعر میں لگا ہوں جو ایک فیل بان نے دریائے نیل کے کنارے پر کہا تھا

زیرِ پایت گر بدانی حالِ مور ہمچو حالِ تست زیرِ پائے پیل

اگر تو اپنے پیر تلے کی چیونٹی کا حال جاننا چاہے وہ ایسا ہے جیسا کہ تیرا حال ہاتھی کے پیر تلے

حکایت:

یکے از بندگانِ عمرِ ولیت گریختہ بود کساں در عقبش برفتند

عمر ولیت کے غلاموں سے ایک غلام بھاگ گیا تھا لوگ اس کے پیچھے لگے

و باز آوردند وزیر را باوے غرضے بود اشارت بکشتنش کرد تا دیگر بندگاں

اور اس کو واپس لے آئے وزیر کو اس سے دشمنی تھی اس نے اس کو قتل کر دینے کا مشورہ دیا تا کہ دوسرے غلام

چنیں فعل نیارند بندہ سر پیش عمر ولیث بر زمیں نہاد و گفت

ایسی حرکتیں نہ کریں غلام نے عمر ولیث کے سامنے زمین پر سر رکھ دیا اور کہا

ہر چہ رود بر سرم چوں تو پسندی رواست بندہ چہ دعویٰ کند حکم خداوند راست

جب تو پسند کرے تو جو بھی میرے سر پر گزرے وہ درست ہے غلام کیا دعویٰ کرے حکم تو آقا ہی کا ہے!

لیکن بموجب آنکہ پروردہ نعمتِ ایں خاندانم نخواہم کہ در قیامت بخون

لیکن چونکہ میں اس خاندان کی نعمتوں کا پلا ہوا ہوں تو میں یہ نہیں چاہتا کہ جناب میرے خون کے عوض

من گرفتار آئی اجازت فرمائی تا وزیر را بکشم پس آنگہ بقصاصِ اُو بفرمائی

قیامت میں گرفتار ہو کر آئیں آپ اجازت مرحمت فرمائیں تا کہ میں اس وزیر کو مار ڈالوں پھر اس کے عوض میرے

خون من ریختن تا بحق کشتہ باشی مَلِک را خندہ گرفت وزیر را گفت

قتل کا حکم دے دیں تا کہ آپ کا قتل کرانا بجا ہوجائے بادشاہ ہنس پڑا اور وزیر سے کہا

چگونہ مصلحت می بنی وزیر گفت اے خداوندِ جہاں مصلحت آں می بینم کہ

اب تیری کیا رائے ہے وزیر نے کہا اے شاہ عالم میری رائے میں مناسب یہ ہے کہ

از بہر خدا و صدقۂ گور پدر اور آزاد کنی تا مرا نیز در بلائے نیفگند گناہ از من

خدا کے لئے اور اپنے باپ کی قبر کے صدقے میں اس کو آزاد کر دیجئے تا کہ یہ مجھے کسی بلا میں نہ پھنسا دے۔ قصور میرا

ست و قول حکیمان معتبر کہ گفتہ اند

ہی ہے اور عقلمندوں کی بات بھروسہ کی ہی جو انہوں نے کہا ہے

قطعہ

اچو کردی با کلوخ انداز پے کار — سَرِ خود را بہ نادانی شکستی

جب ڈھیلے باز سے تو نے لڑائی مول لی — تو خود ہی بے وقوفی سے تو نے اپنے سر کو پھوڑا

چو تیرا نداختی بر روی دشمن — چناں داں کاندر آماجش نشستی

جب تو نے کسی دشمن پر تیر چلایا تو — اس کو بھی جان لے کہ تو بھی اس کے نشانہ پر ہے

☆☆☆☆

حدیث

لَاتُظْهِرُ الشَّمَاتَةَ بِاَخِيْكَ فَيُعَافِيْهِ اللّٰهُ وَيَبْتَلِيْكَ

ترجمہ: اپنے مومن بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عافیت عطا فرمائے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فتوح الغیب

تالیف:...................حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

''وعدہ خلافی کبھی مت کرو''

جب تم ضعیف الایمان وضعیف الایقان ہوتے ہوئے کسی سے وعدہ کرو تو ہرگز عہد شکنی نہ کرو۔ تا کہ تمہارا ایمان وایقان زائل نہ ہو جائے۔ پھر جس وقت تمہارے قلب میں ایمان وایقان قوت کے ساتھ متمکن ہو جائے گا تو تمہیں اس قول کے ساتھ مخاطب کیا جائے گا کہ بیشک آج تم امین بن کر ہمارے پاس قیام پذیر ہو۔'' پھر جب ایک حال کے بعد دوسرے حال میں تم سے تکرار کے ساتھ یہ خطاب کیا جانے لگے تو تم سمجھ لو کہ خواص میں شامل ہو گئے۔ اس وقت نہ تو کوئی ارادہ باقی رہے گا اور نہ کوئی غرض وعمل کہ جس پر تم تعجب کر سکو۔ اور نہ کوئی قربت ایسی باقی رہ جائے گی جس کا تم مشاہدہ کر سکو۔ نہ کوئی منزل ایسی رہ جائے گی کہ جس کی جانب تم اشارہ کر سکو۔ پھر تمہارے تمام ارادے خدا ہی کی جانب سے ہوں گے اور تمہاری مثال اس سوراخ دار برتن جیسی ہو جائے گی جس میں پانی نہ ٹھہرتا ہو۔ ٹھیک اسی طرح تمہارے اندر بھی نہ کوئی ارادہ باقی رہے گا نہ تمہارے ذاتی اخلاق باقی رہ جائیں گے اور نہ تمہارے اندر اتنی ہمت وسکت رہے گی کہ تم خدا کے سوا دین ودنیا کی کسی شئے پر نظر ڈال سکو۔ اور اس وقت تم ماسوا اللہ کے ہر شئے سے بے نیاز ہو جاؤ گے اس وقت تم سے رضائے الٰہی کا وعدہ لیتے ہوئے اس مقام پر فائز کر دیا جائے گا جہاں سوائے رضائے الٰہی کے اور کچھ باقی نہیں رہ جاتا۔ پھر تم خدائے عزوجل ہی کے افعال سے لذت ونعمت حاصل کرنے لگو گے۔ اس وقت تم سے کسی چیز کا وعدہ کیا جائیگا اور جب تم اس کی جانب سے مطمئن ہو جائے گے اور اس میں تمہارے ارادے کی کوئی علامت پائی جائے گی تو اس وعدے کو اس سے اعلیٰ کی طرف منتقل کر دیا جائے گا۔ اور تمہیں موجودہ مقام سے اعلیٰ واشرف مقام پر فائز کر کے پہلے وعدے کو استغناء کے ساتھ تبدیل کرتے ہوئے تم پر معارف وعلوم کے دروازے کھول دئے جائیں گے۔ اور وہ پوشیدہ رموز وحکمت اور مخفی مصلحتیں جو پہلے وعدے سے متصل دوسرے وعدے کی طرف منتقل کرنے میں تھیں۔ ان سب سے تم کو

آگاہ کر دیا جائے گا اس وقت حال و مقال کی حفاظت کی وجہ سے تمہارے مراتب میں اضافہ ہوگا اور تحفظِ رُموز میں تمہاری دیانت و امانت بڑھ جائے گی۔ پھر تمہیں شرح صدر، قلبی نور، فصاحت لسان، حکمت بالغہ اور محبت کی فراوانی عطا کر کے جن وانس کے ماسوا پوری مخلوقات کا دین و دنیا میں تمہیں محبوب بنا دیا جائے گا۔ اس لئے کہ تم خدائے عزوجل کے محبوب بن چکے ہو گے۔ اور چونکہ تمام مخلوق خدا کی اطاعت گزار ہے اس وجہ سے مخلوق کا تم سے محبت کرنا خدا سے محبت کرنے میں داخل ہوگا۔ جس طرح ان کی معاندت خدا کی معاندت میں داخل ہے۔ پھر جب تم ایسے مقام پر فائز ہو جاؤ گے کہ جس میں تمہارا کوئی ارادہ باقی نہیں رہے گا تو پھر تمہارے اندر تمام اشیاء میں سے کسی بھی شئے کا ارادہ پیدا کر دیا جائے گا اور جب تمہارا ارادہ اس شئے کے لئے متحقق ہو جائے گا تو اس شئے کو معدوم کر کے تم کو اس شئے سے پھیرتے ہوئے وہ شئے تم کو دنیا میں عطا نہیں کی جائے گی بلکہ اس کے صلہ میں آخرت میں تم کو ایسی شئے عطا فرما دی جائے گی جس سے تمہاری قربت میں مزید اضافہ ہوگا۔ اور تم حق تعالیٰ سے اور بھی زیادہ قریب ہو جاؤ گے۔ اور اس چیز سے تمہاری آنکھیں فردوس اعلیٰ اور جنت الماویٰ میں سرور حاصل کریں گی اور اگر تم کسی شئے کی تمنا نہ کرتے ہوئے اس سے طلب بھی نہ کرو۔ جب کہ تم دنیا میں ایسی جگہ ہو جو فنا و مشقت کا گھر ہے بلکہ تمہاری خواہش دنیا میں رہتے ہوئے محض اس وجہ سے خالق کی طرف ہے کہ اس نے ہر شئے کو تخلیق کیا ہے وجود عطا کیا ہے اور ایک کو محروم کر کے دوسرے کو عطا کیا ہے اور جس نے آسمان کو بلند کر کے زمین کو بچھایا ہے۔ اس لئے وہی مقصود و مطلوب ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس مراد کے تبادلہ میں اس سے ادنیٰ یا اس کے مساوی دنیا ہی میں عطا کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب کہ تم دل شکستہ ہو جاؤ اور تمہاری آنکھیں اس مقصود و مطلوب کو دیکھنے سے قاصر ہوں۔

”شکوک وشبہات میں مبتلا مت ہو“

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم کا ارشاد ہے کہ ”تم مشکوک اشیاء کو ترک کر کے غیر مشکوک شئے کو قبول کر لو۔“ یعنی جب مشکوک و غیر مشکوک اشیاء مجتمع ہو جائیں تو تم مشکوک چیز کو ترک کر کے غیر مشکوک و غیر مشتبہ چیز کو قول کر لو۔ لیکن اگر صرف تنہا کوئی مشکوک شئے ہے جس سے تمہارا قلب مطمئن نہیں ہے تو اس کے لئے توقف اختیار کر کے حکم الٰہی کے منتظر رہو۔ پھر اگر تمہیں استعمال کا حکم مل جائے تو استعمال کر لو اور اگر ممانعت ہو جائے تو اس کو ترک کر دو۔ اور اس کے لئے یہ تصور کر لو کہ جیسے اس کا وجود ہی نہیں تھا۔ پھر خدا تعالیٰ سے رجوع کرتے ہوئے اس کے پاس اپنا رزق تلاش کرو۔ اور اگر تم نے اپنے صبر کے معاملہ میں ضعف کا اظہار کیا یا رضا وفنا سے گریز اختیار کیا تو پھر خدائے عزوجل تمہیں یاد دلانے کا محتاج نہیں

ہے کیونکہ نہ تو وہ تم سے غافل ہے اور نہ غیروں سے اور جب وہ خدا تعالیٰ کفار و منافقین اور روگردانی کرنے والوں کو رزق دیتا ہے تو پھر اے مومن! جب کہ تو شب و روز اس کی اطاعت و وحدانیت پر قائم ہے تو وہ تجھے کیونکر فراموش کر سکتا ہے؟ اور اسی حدیث کی ایک دوسری توجیہہ یہ ہے کہ جو کچھ مخلوق کے ہاتھ میں ہے اس کو نظر انداز کرتے ہوئے اس کی طلب سے بھی کنارہ کش ہو کر اپنے قلب سے اس کا تصور تک نکال دو۔ اور نہ تو مخلوق سے کسی طرح کی امیدیں وابستہ کرو۔ اور نہ اس سے خوفزدہ ہو اور غیر مشکوک جو شے بھی خدا تعالیٰ تم کو عطا فرمائے اس کو قبول کر لو لیکن تمہیں بس ایک ہی شئے کا سوال کرنا چاہئے کیونکہ عطا کرنے والا بھی ایک ہے۔ اور امیدیں وابستہ کرنے کے لئے بھی ایک ہی ذات ہے جس سے خوفزدہ ہونا چاہئے وہ بھی ایک ہی ہے اور موجود و مقصود بھی وہی ایک خدائے عز و جل ہے جس کے دست قدرت میں بادشاہوں کی پیشانیاں اور لوگوں کے قلوب ہیں اور وہی لوگوں کے جان و مال کا بھی مالک ہے کیونکہ لوگ تو صرف اپنے جان و مال کے امین ہیں اور جو کچھ لوگ تمہیں عطا کرتے ہیں تو ان کے ہاتھوں کا متحرک ہونا بھی اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اگر وہ حکم دے دے تو لوگوں کے ہاتھ بھی تمہارے دینے کیلئے حرکت نہ کر سکیں۔ اور ہر سائل سے خدا تعالیٰ یہی فرماتا ہے کہ اے لوگو! ”خدا سے اس کا فضل طلب کرو۔“ ایک اور جگہ فرمایا کہ ”خدا کے سوا تم جن کو پکارتے ہو وہ تمہارے رزق کے مالک نہیں ہیں۔ تم اپنا رزق خدا کے پاس تلاش کرتے ہوئے اسی کی عبادت کرو اور شکر بجا لاؤ۔ اسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔“

ایک اور جگہ فرمایا کہ ’مجھ سے ہی طلب کرو میں تمہاری دعاء قبول کروں گا۔“ ایک اور جگہ فرمایا کہ ”جب میرے بندے میرے متعلق دریافت کریں تو آپ بتا دیں کہ میں بہت قریب ہوں اور ہر پکارنے والے کی پکار کو قبول کرتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔“

ایک اور جگہ فرمایا کہ ”خدا ہی رزق دینے والا مضبوط و طاقتور ہے“ ایک اور جگہ فرمایا کہ ”بے شک اللہ ہی جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا کرتا ہے۔“

☆☆☆☆

حدیث

اَلعَفوُ لَایَزِیدُ العَبدَ اِلَّا عِزاً وَالتَّوَاضُعُ لَایَزِیدُ اِلَّا رَفعَةً ۔

ترجمہ: عفو درگذر کرنا بندوں کی عزت بڑھاتا ہے اور تواضع وانکساری بندوں کو رفعت (سربلندی) عطا کرتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیوان حافظ

از:.....................حضرت حفیظ شیرازی

مطلب طاعت پیمان درست از منِ مست
کہ بہ پیمانہ کشی شہرہ شدم روزِ الست

مجھ مست سے، صحیح اطاعت اور عہد نہ چاہ
میں الست کے دن سے شراب نوشی میں مشہور ہوں

من ہماندم کہ وضو ساختم از چشمۂ عشق
چار تکبیر زدم یکسرہ بر ہر چہ کہ ہست

میں نے اسی وقت سے جب سے کہ عشق کے چشمہ سے وضو کیا
ہر موجود پر، چار تکبیریں پڑھ دی ہیں

مے بدہ تا دہمت آگہی از سرِّ قضا
کہ بروئے کہ شدم عاشق و بر بوئے کہ مست

شراب دے تا کہ تجھے قضائے خداوندی کا راز بتادوں
کہ میں کس کے چہرے پر عاشق ہوا ہوں اور کس کی خوشبو سے مست ہوں

کمر کوہ کم ست از کمرِ مور اینجا
نا اُمید از درِ رحمت مشو اے بادہ پرست

اس جگہ، پہاڑ کی کمر، چیونٹی کی کمر سے کم ہے
اے بادہ پرست رحمت کے دروازے سے نا امید نہ ہو

جاں فدائے دہنت باد کہ در باغ نظر
چمن آرائے جہاں خوشتر ازیں غنچہ نہ بست

تیرے منہ پر جان قربان ہو، اس لئے کہ نگاہ کے باغ میں
دنیا کے چمن کے سنوارنے والے نے اس سے بہتر غنچہ نہیں بنایا

بجز آں نرگسِ مستانہ کہ چشمش مرساد
زیرِ ایں طارمِ فیروزہ کسے خوش نہ نشست

اس مستانہ نرگس کے علاوہ خدا کرے اس کو نظر نہ لگے
اس نیلے بالا خانہ کے نیچے، کوئی آرام سے نہیں بیٹھا

حافظ از دولتِ عشق تو سلیمانی یافت
تیرے عشق کی دولت سے، حافظ نے سلیمانی پائی

یعنی از وصلِ تو اش نیست بجز باد بدست
یعنی تیرے وصل سے اس کے ہاتھ میں ہوا کے سوا کچھ نہیں ہے

مرحبا اے پیکِ مشتاقاں بدہ پیغامِ دوست　　تا کنم جاں از سرِ رغبت فدائے نامِ دوست

خوش آمدید اے عاشقوں کے قاصد دوست کا پیغام دے　　تا کہ میں رغبت سے، دوست کے نام پر جان قربان کر دوں

والہ و شیدا است دایم ہمچو بلبل در قفس　　طوطیِ طبعم ز شوقِ شکّر و بادامِ دوست

ہمیشہ دیوانہ اور عاشق ہے قفس میں بلبل کی طرح　　میری طبیعت کی طوطی دوست کے بادام اور شکّر کے شوق میں

زلفِ اُو دام است و خالش دانۂ آں دام و من　　بر امید دانہ افتادم اندر دامِ دوست

اس کی زلف جال ہے، اور اس جال کا دانہ اس کا تل ہے اور میں　　دانہ کی امید میں دوست کے جال میں پھنس گیا ہوں

سر ز مستی بر نگیرد　تا بہ صبح روزِ حشر　　ہر کہ چوں من در ازل یک جرعہ جام خورد خدامِ دوست

حشر کے دن کی صبح تک مستی سے، سر نہیں اٹھا سکتا　　ہر وہ شخص جس نے میری طرح ازل میں دوست کے جام سے ایک گھونٹ پی لیا

من نوشتم نامۂ از شرحِ حالِ خود و لے　　دردِ سر باشد نمودن بیش ازیں ابرامِ دوست

میں نے اپنی حالت کی تفصیل کا ایک خط لکھا ہے، لیکن　　اس سے زیادہ اصرار کرنا دوست کے لئے دردِ سر ہوگا

میلِ من سوئے وصال و قصدِ او سوئے فراق　　ترکِ کامِ خود گرفتم تا بر آید کامِ دوست

میرا میلان وصال کی طرف ہے، اور اس کا ارادہ فراق کی جانب ہے　　میں نے اپنے مقصد کو چھوڑ دیا ہے تا کہ دوست کا مقصد پورا ہو جائے

گر دہد دستم کشم در دیدہ ہمچوں توتیا　　خاکِ راہے کاں مشرّف گردد از اقدامِ دوست

اگر موقع مل جائے تو آنکھ میں توتیا کی طرح لگالوں　　اس راستہ کی خاک کو جو دوست کے قدموں سے مرف ہوئی ہے

حافظ اندر درد و غم میسوز و با درماں مساز

اے حافظ درد اور غم میں جلتا رہ ، اور علاج نہ کر

زانکہ درمانے ندارد دردِ بے درمانِ دوست

اس لئے کہ دوست کے لاعلاج درد کا کوئی علاج نہیں ہے

ماخوذ: دیوانِ حافظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معارف شمس وتبریز

از............حضرت شمس تبریز

در بیان سوزِ غمِ عاشقاں

شعر ۹۶ آہ کہ بار دگر آتشے در من فتاد دیں دل بیخود شدہ روئے بصحرا نہاد

ترجمہ وتشریح: آہ کہ پھر عشق حقیقی نے دل کو شوق وصال سے مضطر کیا اور یہ دل بے خود ہوکر صحرا کی طرف رخ کر گیا۔ مراد وہ کیفیات خاصہ ہیں جو سالکین کے قلوب پر حق تعالیٰ کی رحمت سے وارد کیئے جاتے ہیں اور اس جذب حق سے حق تعالیٰ کا راستہ طے ہوتا ہے۔

شعر ۹۷ آہ کہ دریائے عشق بار دگر موج زد از جگرم ہر طرف چشمہ خوں بر کشاد

ترجمہ: ۔ آہ کہ دریائے عشق دوسری بار پھر لہریں لے رہا ہے جس کے نتیجے میں ہر طرف میرے جگر سے خون کے چشمے ابل پڑے۔

برسائیں گے جب خون دل اور خون جگر ہم دیکھیں گے جبھی نخل محبت میں ثمر ہم

مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت میں گریہ وزاری کی توفیق زیادہ ہوئی اور گریۂ محبت کے آنسو دراصل جگر کا خون ہوتا ہے جو غم سے پانی ہو جاتا ہے؟۔

اشک خوں است وزغم آبے شدست

ترجمہ: آنسو خون ہے مگر غم سے پانی ہوگیا

(مثنوی رومیؒ)

شعر ۹۸ آتش دل سہل نیست ہیچ ملامت مکن
یارب فریاد رس زآتش دل داد داد

ترجمہ وتشریح: دل کی آگ آسان نہیں اہل عشق پر ملامت واعتراض مت کروائے مرے رب میں آتش دل سے آپ کی بارگاہ میں فریاد کرتا ہوں۔یعنی یہ راہ عشق آپ کا فضل ہی طے کرا سکے گا۔

دربیانِ مقامِ مرشد

شعر ۹۹ دست تو دست خدا چشم تو مست خدا   بر ہمہ افتادہ باد سایۂ رب العباد

ترجمہ وتشریح: اے شیخ ومرشد حضرت شمس تبریزی! آپ کی عنایت دراصل عنایت حق ہی کا ظل وعکس ہے اور آپ کی آنکھیں مست خدا ہیں۔ جملہ طالبین پر مقبولان الٰہی کا سایہ عنایت کہ وہ دراصل عکس سایہ رب العباد ہے قائم رہے۔ مراد یہ کہ اللہ والوں کی عنایات اور ان کی مجالس ومصاحبت ومحبت ومشاورۃ واطلاع حال واتباع تجویز کو مغتنم اور دولت عظمیٰ سمجھنا چاہئے کہ یہ مقبولان الٰہی خدا تو نہیں ہیں مگر خدا سے جدا بھی نہیں ہیں حق تعالیٰ کے محبوب ومقبول ہونے کے سبب ان کی صحبت میں کیمیا جیسی تاثیر ہے۔

آہن کہ بہ پارس آشنا شد   فی الفور بہ صورت طلا شد

دربیان فوائد عشق حق

شعر ۱۰۰ ہر روانے کہ میرود بے عشق   پیش حق شرمسار خواہد بود

ترجمہ وتشریح: ہر وہ شخص جو حق تعالیٰ کا راستہ بدون عشق ومحبت کے طے کرتا ہے یعنی زہد خشک اختیار کرتا ہے وہ حق تعالیٰ کے سامنے شرمسار ہوگا کیونکہ بارگاہ کبریا میں اہل محبت ہی محبوب ومقبول ہوتے ہیں۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ محبت سے فنائیت پیدا ہوتی ہے اور حق تعالیٰ کو فنائیت وعبدیت ہی محبوب ہے۔

درایں راہ حق عجز و مسکینیت   بہ از طاعت وخویشت بینیت

حق تعالیٰ کی راہ میں عاجزی اور مسکینیت بہتر ہے اس عبادت سے جو بڑائی اور خود بینی پیدا کردے اور زاہد خشک کے اندر بوجہ قلت محبت فنائیت کے بجائے ناز اور خود بینی اور بڑائی ہے جو اس راہ میں زہر قاتل اور باعث نامقبولیت ہے۔

شعر ۱۰۱ تلخی صبر اگر گلو گیر است   عاقبت خوشگوار خواہد بود

ترجمہ وتشریح: صبر کی تلخی اگر گلوگیر ہے یعنی صبر کرنا اگرچہ مشکل ہوتا ہے لیکن اگر رضائے

الٰہی کے لئے صبر کا مجاہدہ برداشت کرلے تو انجام صبر کا نہایت ہی خوشگوار ہوتا ہے۔ چنانچہ نفس کو گناہوں سے روکنے کی تکلیف برداشت کرنے کا انعام جنت ہے۔

شعر ۱۰۲ گر فلک در نثار خواہد بوُد دامن جدّ وجہد را بکشا

ترجمہ وتشریح: جدوجہد یعنی کوشش ومجاہدات کے دامن کو وسیع کر کہ آسمان تجھ پر در نثار ہوگا یعنی خالق آسمان سے رحمت کا نزول ہوگا وعدہ وَالَّذِیۡنَ جَاھَدُوۡا الخ کی طرف اشارہ ہے۔

شعر ۱۰۳ ہر کہ تن را نہ کرد خوار امروز ہمچو فرعون خوار خواہد بوُد

ترجمہ وتشریح: جو شخص کہ اپنے اعضاء کو احکام الٰہیہ کے آج تابع نہ کرے گا وہ مثل فرعون کے دنیا اور آخرت میں ذلیل ہوگا۔

شعر ۱۰۴ دیدہ خون گشت وخون نمی خسپد این دلم از جنوں می خسپد

ترجمہ وتشریح: آنکھ از انتظار خون ہوگئی یعنی خونریز ہوگئی۔ بس خون ٹپک پڑا انگہہ انتظار سے۔ یہ میرا دل کیف وسرور دیوانگی سے سوتا ہے۔ یعنی قرب وحضور مع الحق کے بغیر مجھے نہیں نیند آتی ہے۔

شعر ۱۰۵ آتی نہیں تھی نیند مجھے اضطراب سے

تیرے کرم نے گود میں لے کر سلادیا

ہر کہ در ذوق عشق دنگ آمد

سخت فارغ زنام وننگ آمد (اختر)

ترجمہ وتشریح: جو شخص کہ ذوق عاشقی سے دیوانہ وحیران ہوا۔ یعنی خیال محبوب میں غرق ہوا وہ نام اور ننگ وناموس کی فکر وکاوش سے آزاد ہوا۔

پھر دل طواف کوئے ملامت کو جائے ہے

پندار کا صنم کدہ ویراں کئے ہوئے

صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ محبت وہ نعمت ہے جو حب جاہ کو فنا کردیتی ہے۔ جب کہ ہزاروں مجاہدات سے بھی یہ بیماری بہ مشکل جاتی ہے اسی لئے مولانا رومیؒ نے محبت وعشق حقیقی کو افلاطون اور جالینوس کا لقب دیا ہے اور اس کو نخوت وناموس کی بہترین دواء بتایا ہے۔

اے دوائے نخوت وناموس ما اے تو افلاطون وجالینوس ما

اور محبت حقیقی حق تعالیٰ کی محبت کا نام ہے برعکس محبت مجازی جو رنگ وروپ سے تعلق رکھتی ہے وہ زوال رنگ سے فنا ہو جاتی ہے اور مجاز کے لغوی معنی خلاف حقیقت ہے۔

حق تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لئے تین عمل نہایت مفید ہیں۔

(۱) حق تعالیٰ کے احسانات کو ہر روز تھوڑی دیر سوچنا۔

(۲) کسی اللہ والے سے مشورہ کر کے ذکر الٰہی میں مشغول رہنا۔

(۳) تیسرا نسخہ جو اوپر کے دونوں تدبیروں کی روح ہے وہ یہ ہے کہ کبھی کبھی خدائے پاک کے عاشقوں کی صحبت میں حاضری دینا۔

گر تو سنگ خارہ ومرمر بوی
چوں بصاحبدل رسی گوہر شوی (رومیؒ)

ترجمہ: اگر تو پتھر جیسا سخت دل ہے لیکن اگر کسی اللہ والے (اہل دل) کی صحبت میں بیٹھتا رہے گا تو موتی ہووے گا لیکن لعل ایک دن میں لعل نہیں بنتا ایک طویل مدت تک آفتاب کی شعاع حکم الٰہی اور ارادۂ الٰہی سے اس پتھر کے ذرات پر اثر انداز ہوتی ہے پھر وہ لعل بن جاتا ہے۔ اسی طرح اللہ والوں کے دل کا آفتاب (ہدایت) اپنے مصاحبین اور رفقائے مخلصین کے دلوں پر آہستہ آہستہ اثر انداز ہوتا رہتا ہے اور حق تعالیٰ کی مشیت و فضل سے وہ لعل بن جاتے ہیں۔

قریب جلتے ہوئے دل کے اپنا دل کر دے
یہ آگ لگتی نہیں ہے لگائی جاتی ہے

ایک مثال عرض ہے کہ ایک تالاب مچھلیوں سے خالی ہو وہ اگر مچھلی بھرے تالاب سے متصل ہو جاوے تو وہ مچھلیاں اس کے اندر بھی آ جاتی ہیں اسی طرح خالی خولی دل جب کسی اللہ والے کے دل سے مل جاتا ہے تو اس کا درد محبت اور نور یقین اس کے دل میں بھی اتر جاتا ہے۔

عشق لا محدود جب تک رہنما ہوتا نہیں
زندگی سے زندگی کا حق ادا ہوتا نہیں

عشق حق ہی عاشقان حق کو غیر حق سے پاک کرتا ہے۔

نکھرتا آرہا ہے رنگ گلشن
خس وخاشاک جلتے جارہے ہیں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کلام الغوث، غوث الکلام

حضرت سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

غلام وحلقہ بگوش رسول ساداتم　　　　زہے نجات نمودن حبیب وآیاتم

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں اور میری خوش نصیبی ہے کہ ان کے وسیلے سے میرے احباب واولاد کو نجات حاصل ہوئی۔

کفایت است ز روح رسول واولادش　　　　خلائقے کہ کند گوش بر مقالاتم

دونوں جہاں کی مشکلات میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی اولاد مبارک کی نظر عنایت ہمارے لئے کافی ہے۔ اس حقیقت سے وہ مخلوق واقف ہے جو میرے مقالات توجہ سے پڑھتی ہے۔

کمینہ خادم خدام خاندان توام　　　　ز خادمی تو دائم بود مساہاتم

سرکار! میں حقیر، آپ کے خاندان مقدس کے خدام کا خادم ہونے پر ہمیشہ فخر وناز کرتا ہوں۔

سلام گویم وصلوٰۃ برتو ہر نفسے　　　　قبول کن بہ کرم ایں سلام وصلواتم

یارسول اللہ ﷺ میں ہر وقت آپ پر صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرتا رہتا ہوں

از راہ کرم میرے صلوٰۃ وسلام کے نذرانے قبول فرمالیجے۔

گناہ بے حد من بیں تو یارسول اللہ　　　　شفاعتے بکن ومحو کن خیالاتم

یارسول اللہ ﷺ میرے گناہ بے حد ہیں، نگاہ کرم سے نوازیئے

دربار الٰہی میں میری شفاعت کیجئے اور میرے دل سے خیالات ماسوا مٹا دیجئے۔

ز نیک وبد ہمہ داند کہ من محمد ایم　　　　ہمیشہ در دو جہاں جملہ مہماتم

نیک وبد سب جانتے ہیں کہ میں محمدی ہوں۔ حضور کا غلام ہوں اور حضور عالی کی روح مقدس اور آپ کے آل اطہار کی ارواح مقدسہ کا سہارا میرے لئے کافی ہے۔

زغیر آل نبی حاجتے اگر طلبم　　روا مدار یکے از ہزار حاجاتم

یا اللہ! اگر میں آل نبی کے وسیلے کے بغیر کوئی حاجت طلب کروں تو
میری ہزار حاجتوں میں سے ایک حاجت کو بھی پورا نہ فرما۔

دلم زعشق محمد پراست وآل مجید　　گواہ حال من است ایں ہمہ حکایاتم

میرا دل حضور رحمت عالم اور آپ کے آل اطہار کی محبت سے معمور ہے
میری زندگی کی داستانیں اس حقیقت کی گواہ ہیں۔

چو ذرہ ذرہ شود ایں تنم بخاک لحد　　تو بشنوی صلوات از جمیع ذراتم

اے مخاطب! جب میرا یہ جسم قبر کی خاک میں ذرہ ذرہ ہو جائے گا تب بھی
میری خاک کے ذرے ذرے سے تو صلوٰۃ وسلام کی آواز سنے گا۔

ما بہ جنت از برائے کار دیگری رویم　　نے تفرج کردن طوبیٰ وکوثر می رویم

ہم جنت میں کسی اور ہی کام کے لئے جاتے ہیں۔ طوبیٰ وکوثر کی تفریح کے لئے نہیں جاتے۔

اندراں خلوت کہ در وے رہ نیابد جبرئیل　　بے سر وپا ما بہ پیش دوست اکثر می رویم

اس مبارک خلوت خاص میں کہ جہاں جبرئیل امین بھی باریاب نہیں ہو سکتے
لیکن ہم بغیر اجزائے جسم کے دوست کے پاس اکثر حاضر ہوتے ہیں۔

می گریزند زاہدان خشک از تر دامنی　　ما بدرگاہ محبّ با دامن تر می رویم

زاہدان خشک گنہگاری سے بھاگتے ہیں مگر ہم بارگاہ دوست میں تر دامنی ہی لے کر جاتے ہیں۔

پارسا گوید بکوئے ما بیا شو نیک نام　　ما دراں کوچہ خدا دانا است کمتری رویم

پارسا کہتا ہے ہمارے کوچہ میں آ اور نیک نام بن جا لیکن خدا گواہ ہے
ظاہری پارسائی کے ساتھ اس کوچہ میں ہم بہت کم جاتے ہیں۔

دولت دیدار می خواہیم در جنات عدن　　ما نہ آنجا از برائے زیور وزر می رویم

ہم جنت عدن میں بھی دولت دیدار ہی چاہتے ہیں۔
ہم اس جگہ مال ودولت کی ہوس میں یعنی آسائش نفس کیلئے نہیں جاتے۔

ندارم گرچہ آں دیدہ کہ بینم در جمال تو   نیم نومید چوں عمرم گزشت اندر خیال تو

اگر چہ میں ایسی نظر نہیں رکھتا جو تیرا جمال اقدس دیکھ سکے لیکن میں

مایوس بھی نہیں ہوں اس لئے کہ میری ساری زندگی تیرے ہی خیال میں گزری ہے۔

من دیوانہ در دوزخ بزنجیر تو خوش باشم   اگر یکبار تو پرسی کہ مجنوں چیست حال تو

آپ کا یہ دیوانہ دوزخ میں بھی آپ کے زنجیر میں بندھ کر خوش رہے گا، کاش!

اگر ایک بار مجھ سے پوچھ لیں کہ اے! میرے مجنوں تیرا کیا حال ہے؟

تو شربت ہائے جنت را بما تا کے دہی رضواں   نہ شد کم تشنگی ما راازیں آب زلال تو

اے رضوان! تو جنت کے مشروق ہم کو کب تک پیش کرتا رہے گا

درآں حالانکہ تیرے آب زلال سے میری پیاس ابھی تک نہیں بجھ سکی۔

چو بوئی عشق تو آید ز مغز استخوان من   بسوز اندر مرا آتش ز عشق آں جمال تو

جس وقت میرے مغز استخوان میں آپ کے عشق کی بو آتی ہے تو آپ کے حسن کے عشق کی آگ مجھے جلاتی ہے۔

تو جنت را بہ نیکاں دہ من بد را بدوزخ بر   کہ بس باشد مرا آنجا تمنائے وصال تو

آپ جنت نیکوں کو دیجئے اور مجھ خطا کار کو دوزخ میں بھیج دیجئے کہ میرے لےء وہاں آپ کے وصال کی تمنا ہی کافی ہے۔

(ماخوذ: سر الاسرار)

☆☆☆☆

حدیث

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو فرمایا ”میں امت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو نور دوں گا تاکہ ان کو دو اندھیریاں نہ ستائیں، حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا ”الٰہی وہ دو نور کیا ہیں“ فرمایا ”ایک نور قرآن اور دوسرا نور رمضان پھر عرض کیا دو اندھیریاں کیا ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک اندھیری قبر کی، اور دوسری اندھیری قیامت کی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تخلیق کائنات کا آغاز؟

از: حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر غوث اعظم جیلانیؒ

اے پڑھنے سننے والے! تو اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے اور اللہ تعالیٰ تجھے اسی چیز کی توفیق مرحمت فرمائے جسے وہ پسند فرماتا ہے اور جس سے اس کی رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔

باعث تخلیق عالم: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب نبی کریم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے نور جمال سے تخلیق فرمایا۔ چنانچہ (حدیث قدسی میں ہے)

خَلَقْتُ رُوحَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ نُورِ وَجْهِي كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ رُوحِي وَ اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰهُ الْقَلَمَ وَاَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقْلَ فَالْمُرَادُ مِنْهَا شَيْءٌ وَاحِدٌ وَهُوَالْحَقِيْقَةُ الْمُحَمَّدِيَّةُ (عليه التحية والثناء)

میں نے سب سے پہلے اپنے نور سے روح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تخلیق فرمایا۔ جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو تخلیق فرمایا نیز فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے میرے نور کو پیدا فرمایا اور فرمایا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے قلم کو تخلیق فرمایا اور کہا سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا کیا۔ ان تمام کلمات طیبات سے ایک ہی شئی مراد ہے اور وہ ہے حقیقت محمدیہ علیہ التحیہ والثناء۔

نور: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کا نام اسم گرامی نور اس بنا پر رکھا گیا کہ آپ ظلمات جلالیہ سے صاف وشفاف ہیں جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُورٌ وَكِتٰبٌ مُّبِينٌ (المائدہ پ ۶ رکوع ۶: ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور اور کتاب نور آئی۔ (نور سے مراد نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور کتاب سے قرآن مجید مراد ہے)

عـقـل: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات والا برکات کو عقل سے تعبیر فرمانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کو تمام کلیات کے ادراک سے نوازا گیا۔

قـلـم: اور قلم سے موسوم فرمایا اس لئے کہ علم کو منتقل کرنے کا باعث ہے جیسے حروف کے عالم میں علم اس کا سبب ہے۔ لہٰذا آپ تمام موجودات وتخلیقات کا خلاصہ اور کائنات کی تخلیق کا آغاز اور اصل ہیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اَنَا مِنَ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِیْ میں اللہ سے اور ایماندار مجھ سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو عالم لاہوت میں روح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمدہ اور حقیقی صورت پر تخلیق فرمایا اور اس عالم میں بنی نوع انسان سے مراد آپ کی ہی ذات ستودہ صفات ہے اور وہی وطن اصلی ہے۔ جب اس پر چار ہزار کا عرصہ بیت گیا تو اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی چشم مبارک سے عرش کو پیدا فرمایا اور باقی تمام کائنات کو عرش سے تخلیق فرمایا۔

پھر تمام ارواح کائنات کو سب سے نچلے طبقے (جسام واجساد) میں منتقل کر دیا گیا جیسے کہ رب العزت کا ارشاد ہے۔ ثُمَّ رَدَدْنَاہُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ۔ پھر ہم نے اسے نیچے سے بھیج دیا۔ یعنی پہلے عالم لاہوت سے عالم جبروت میں رکھا پھر اللہ تعالیٰ نے ان ارواح کو حرمین شریفین کے مابین نور جبروت کی خلعت پہنائی اور وہی روح سلطانی ہے۔

پھر انہیں اس لباس میں عالم ملکوت کی طرف اتارا اور انہیں نور ملکوت کے لباس سے نوازا۔ اور وہی روح سلطانی ہے۔ پھر عالم ملک میں بھیجا اور انہیں نور کا لباس عطا کیا وہی روح جسمانی سے عبارت ہے۔

پھر عالم ملک سے عالم اجساد واجسام کی تخلیق فرمائی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔

مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى (طٰہٰ پ ۱۶۔ آیت ۵۵)

ہم نے زمین سے تمہیں پیدا کیا اس میں ہم تمہیں لوٹائیں گے اور پھر زمین سے ہی تمہیں نکالا جائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے روحوں کو جسموں میں داخل ہونے کا حکم فرمایا چنانچہ وہ حکم پاتے ہی جسموں میں داخل ہو گئیں۔ چنانچہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (ص پ ۲۳ آی ۷۲) اور میں نے اس میں روح پھونکی۔

اور جب ارواح واجساد کا رشتہ مضبوط ہوا اور ارواح، اجساد کے ساتھ مانوس ہوئیں تو وعدۂ میثاق کو طاق نسیاں میں رکھ دیا جو یہ تھا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى) (اعراف آیت: ۱۷۲) کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سبھی نے اعتراف کرتے ہوئے اقرار کیا کیوں نہیں یا اللہ تو ہمارا رب ہے۔ جب میثاق کو بھلا دیا تو وطن اصلی کی طرف رجوع نہ کر سکیں۔ تو اللہ رحمان ورحیم نے آسمانی کتب نازل فرما کر وطن اصلی کی

یادتازہ کرادی چنانچہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيَّامِ اللّٰهِ (ابراھیم پ ۱۳ آیت ۵)

اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دن یاد دلائیں۔ یعنی وصل کے وہ دن جو روحیں دیکھ چکی ہیں چنانچہ تمام انبیاء ومرسلین علیہ الصلوٰت والتسلیمات انہیں ایام کی یاد دہانی کے لئے دنیا میں تشریف لائے اور پھر عالم آخرت کی راہ لی۔

لیکن بہت ہی کم لوگوں نے ان کی نصیحتوں پر عمل کیا اور راغب ہوئے (تاہم جن لوگوں نے ان کی طرف رجوع کیا) ان کے دل وطن اصلی کی محبت میں جوش زن ہوئے اور وہ مقام اعلیٰ تک پہنچنے میں کامیابی سے سرفراز ہوئے یہاں تک کہ سلسلۂ نبوت روح اعظم (یعنی سید الانبیاء والمرسلین جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم) خاتم النبوۃ والرسالت، ہادیٔ راہ ہدایت پر تمام وکمال تک جا پہنچا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تاکہ تمام لوگوں کے دلوں پر جو غفلت کے پردے پڑے ہوئے تھے ان کی چشم بصیرت کو غفلت کی نیند سے بیدار کریں۔

چنانچہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اللہ کے وصال وجمال ازلی کے حصول کی دعوت دی جیسے رب العالمین کا ارشاد ہے قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ (سورۂ یوسف پ ۱۳ ۱۰۸) میرے حبیب آپ فرمادیجئے یہی میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے متبعین بصیرت قلبی رکھتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے تم جس کے نقش قدم پر چلوگے ہدایت حاصل کرلوگے۔

بصیرت روح کی آنکھ ہے۔ جو اولیاء کرام رحمہم تعالیٰ کے وسیلے سے دلوں میں کھلتی ہے۔

جو ظاہری علم سے نہیں علم لدنی (جو باطنی علم ہے) اس کے ذریعے حاصل ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ وعَلَّمْنَاهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْما

اور ہم نے اسے اپنے خاص علم سے نوازا۔ لہٰذا انسان پر لازم ہے کہ وہ اہل فراست وبصیرت کی متابعت اور عالم لاہوت کی خبر رکھنے والے مرشد کامل کی تعلیم وہدایت سے چشم بصیرت حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

اے میرے بھائیو! خبردار ہوشیار!

توبہ کرتے ہوئے اپنے رب کی مغفرت کو حاصل کرنے کے لئے دوڑیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَسَارِعُوا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ (ال عمران پ۴ آیت ۱۳۳) اور جلدی کرو اپنے رب سے مغفرت حاصل کرنے کے لئے اور ایسی جنت جس کا عرض تمام آسمانوں اور زمین جتنا ہے یہ متقین کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

پس تم طریقت کا راستہ اپناؤ اور روحانی قافلوں کی معیت میں اپنے رب کی طرف رجوع کرو (کیونکہ بہت جلد اس جہاں کا راستہ بند ہو جائے گا پھر کوئی رفیق سفر نہیں مل سکے گا)

ہم اس فنا کی وادی میں گم ہو جانے والی دنیا میں دائمی قیام کے لئے نہیں آئے اور نہ کھانا پینا میرا مقصود اصلی ہے اور نہ ہی خواہشات نفسانیہ اور نفس امارہ کی لذتوں پر قناعت کرنے کے لئے۔

لوگو! تمہارے پیارے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے انتظار میں ہیں تمہاری خاطر وہ مغموم ہیں جیسے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں۔ عمی لاجل امتی الذی فی آخر الزمان ☆ میں اپنے امتیوں کے بارے مغموم رہتا ہوں جو آخری زمانے میں ہوں گے۔

علم ظاہر، علم باطن: ہمیں دو قسم کا علم ودیعت فرمایا گیا ہے علم ظاہر اور علم باطنی! یعنی علم شریعت اور علم طریقت!

شریعت کا حکم ہمارے ظاہر پر اور طریقت کا ہمارے باطن پر نافذ ہوتا ہے۔

ان دونوں علموں کے اجتماع کا ثمرہ علم حقیقت ہے جیسے درخت اور پتوں کے اجتماع کا نتیجہ پھل ہیں چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ (الرحمٰن: ۲۷ آیت ۲۰/۱۹)

اس نے دو سمندر بہائے جو دیکھنے میں ملے ہوئے ہیں اور ہے ان کے درمیاں روک کہ ایک دوسرے سے بڑھ نہیں سکتا (کنز الایمان)

صرف ظاہری علم سے حقیقت تک رسائی ممکن نہیں اور نہ منزل مراد تک پہنچا جا سکتا ہے (عبدایت کی تکمیل کے لئے دونوں علوم کا ہونا ضروی ہے ایک ناکافی ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ (الذاریت ۲۷ آیت ۵۶)

میں نے جنوں اور انسانو کو عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے یعنی میری معرفت کے لئے کوشاں رہیں۔ کیونکہ جو اس ذات حق تعالیٰ کی معرفت نہیں رکھے گا وہ اس کی عبادت کیسے کر پائے گا۔

معرفت الٰہیہ! قلب کی صفائی اور آئینہ دل سے خواہشات نفسانیہ کی میل کچیل کو دور کرنے سے ہی حاصل کی جا سکتی ہے اور جب معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہے تو جمال کنز مخفی کا دل کی انتہائی گہرائی مقام سے مشاہدہ ممکن ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

کُنتُ کَنزًا مَّخفِیًا فاحببت اَنْ اَعرَفَ فَخَلَقتُ الخَلقَ

میں مخفی خزانہ تھا پس مجھے محبت ہوئی کہ میری پہنچان ہو تو میں نے مخلوق کی تخلیق شروع فرمادی۔ تاکہ وہ میری معرفت سے بہرہ مند ہوں۔ لہٰذا یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی معرفت کے لئے ہی تخلیق فرمایا ہے۔

کنت کنزا مخفیا کا راز تابش کھل گیا

جب جہاں میں سرور دنیا ودیں پیدا ہوئے

(تابش قصوری)

معرفت کی اقسام :

معرفت دو قسم پر مشتمل ہے

معرفت صفات خداوندی اور معرفت ذات خداوندی

صفاتی معرفت یہ ہے کہ دونوں جہاں میں اس کے بے کیف وجود کا ظہور ہے۔ اور معرفت ذات یہ ہے کہ عالم آخرت میں روح قدسی کیلئے روح خداوندی اس کا نصیبہ ہوگی۔

چنانچہ فرمان خداوندی ہے۔

وَاَیَّدنَاہُ بِرُوحِ القُدُس اور ہم نے اس کی پاک روح سے مدد فرمائی۔ (روح قدس سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں) یہ ہر دو قسم کی مرعفت۔ معرفت ذاتی وصفاتی ہر دو علم کے بغیر نہیں پاسکتے علم ظاہری اور علم باطنی جن کا بیان گزر چکا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے مسلم دو طرح سے ہے ایک جس کا تعلق زبان سے ہے اور دوسرا علم جس کا تعلق دل سے ہے۔

پہلا برہان خداوندی ہے جب کہ دوسرا حصول مقصد کے لئے مفید ترین ہے پس انسان کو اولاً علم شریعت کی ضرورت ہے تا کہ بدن عالم معرفت صفات میں اس ذات کریم کی معرفت سے بہرہ مند ہو سکے اور وہ درجات پر محیط ہے۔

بعدہ، علم باطنی کی محتاجی ہے تاکہ روح عالم معرفت میں اللہ تعالیٰ کی معرفت کو حاصل کر سکے۔

وہ ایسی معرفت شریعت اور طریقت کے خلاف جو اس میں پائی جاتی ہیں ان کو ترک کئے بغیر حاصل کرنا ممکن نہیں۔

اسے حاصل کرنے کے لئے ایسی جسمانی و روحانی مشقتوں اور ریاضتوں کی ضرورت ہے جو محض رضائے الٰہی کے لئے مختص ہوں تماشہ کرنے یعنی سنانے، دکھانے کی غرض سے نہ ہوں جیسے کہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا

(الکہف پ ۱۶ آیت ۱۱۰)

پس جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ صالح عمل بجائے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

عالم معرفت:

یعنی عالم لاہوت جو وطن اصلی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے روح قدسی کو نہایت عمدہ صورت میں تخلیق فرمایا اور روح قدسی سے حقیقی انسان مراد لیا ہے جو دل کی گہرائی میں بطور امانت محفوظ ہے اس کے وجود کا ظہور توبہ، تلقین اور کلمہ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا اولاً زبان سے ہمیشہ ذکر کرنے میں ہوتا ہے۔

اس طرح کہ دل کے زندہ ہونے کے بعد زبان حال سے کلمۂ توحید کا ذکر کیا جائے ایسے وقت میں صوفیائے کرام اپنی اصطلاح میں اسے طفل المعانی سے موسوم کرتے ہیں۔

اس لئے کہ معانیٔ قدسیہ اور صفات کا ظہور ہوتا ہے اور ''طفل المعانی'' نام ہونے پر کئی وجوہ بیان کرتے ہیں۔

۱۔ یہ کہ یہ دل میں ہوتا ہے جیسے بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے۔ حالانکہ باپ اس کی پرورش کرتا ہے۔ پھر بتدریج بڑھتے بڑھتے بلوغت کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔

۲۔ عموماً بچوں کو ظاہری تعلیم سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ بعینہ اس بچے کو علم معرفت کی تعلیم دی جاتی ہے۔

۳۔ جیسے جسمانی دینوی بچہ ظاہری گناہوں کی کثافتوں اور کدورتوں سے پاک کیا جاتا ہے ایسے ہی اس روحانی بچے کو شرک و بدعت، غفلت و کوتاہی اور جسمانیت کی میل کچیل سے صاف و پاک کیا جاتا ہے۔

۴۔ یہ کہ بچے کی اس پاکیزہ صورت کی طرح طہارت و پاکیزگی میں بڑھتا ہے تو خوابوں میں مطلوب و مقصود کی صورت پر فرشتوں کی طرح دکھائی دینے لگتا ہے۔

۵۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے نتائج کو طفولیت (بچپنے) کی کیفیت سے بیان کیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ اور جنتیوں کی خدمت کے لئے ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے بچے ان کے گرداگرد رہیں گے۔

نیز فرمایا:

غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ (طور پ ۲۷ آیت ۲۳)

اور جنتیوں کے لئے غلمان یعنی بچے ہوں گے گویا کہ چھپے ہوئے موتی ہیں۔

۶۔ یہ کہ اس کا نام اس کی طہارت و پاکیزگی اور لطافت کے اعتبار سے ہے۔

۷۔ جسمانی تعلق اور بشری صورت کے اعتبار سے اس نام کے ساتھ طفل کا اطلاق ہونا محض مجاز طور پر ہے ور یہ اطلاق اس کے حسن و جمال اور قبول صورت ہونے کے اعتبار سے ہے نہ کہ اس کے فقر و فنا اور طہارت قلبی کے باعث اور اس کی ابتدائی حالت پر نظر دوڑانے سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ حقیقی انسان ہے۔ کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے ایسی نسبت ہے کہ وہ جسم اور جسمانی عوارض سے بے خبر ہے۔

جیسے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔

لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا يَسَعُ فِيْهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ

میرے لئے اللہ تعالیٰ کی معیت میں ایسا وقت بھی آتا ہے کہ جس میں نہ کسی مقرب فرشتہ اور نہ نبی مرسل کے ٹھہرنے کی گنجائش ہوتی ہے۔ اس سے نبی کریم ﷺ کا لباس بشریت میں ہونے کا مفہوم ہے۔ ملک مقرب سے ایسی روحانیت مراد ہے جو جبروتی نور سے تخلیق کی گئی ہے۔ چنانچہ فرشتے نور سے تخلیق ہوئے لہٰذا اس کے لئے مقام نور لاہوت میں عمل دخل کا کوئی واسطہ نہیں۔

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

اِنَّ لِلّٰهِ جَنَّةً لَا فِيْهَا حُوْرٌ وَلَا قُصُوْرٌ وَلَا عَسَلٌ وَلَا لَبَنٌ بَلْ اَنْ يَنْظُرَ اِلٰى وَجْهِ اللّٰهِ تَعَالٰى

بے شک اللہ رب العزت کے لئے ایسی جنت ہے جس میں حوریں ہیں نہ محلات نہ شہد اور نہ ہی دودھ اس میں تو صرف ذات حق تعالیٰ کے دیدار و زیارت کی ہی نعمت ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ

اس دن بکثرت چہرے تروتازہ ہوں گے۔

اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَاتَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

عنقریب تمہیں اپنے رب کی زیارت ہوگی جیسے تم چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔

اگر فرشتہ یا جسمانی انسان اس میں داخل ہو جائے تو جل جائے گا جیسے کہ حدیث قدسی میں ہے۔

لوکشف سبحات وجہ جلالی لاحترقت کل ماانتھی الیہ بصری۔

اگر میں میں اپنے عظمت کے انوار جلال کو ظاہر کر دوں تو تمام اشیاء جل کر راکھ ہو جائیں جہاں تک میرے جلووں کا ظہور ہو۔

جیسے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے (شب معراج) عرض کیا۔

لَوْ دَنُوْتُ اَنْمِلَةً لاحترقت

اگر میں سر مو بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔

شعر

میں جل جاؤں گا سدرہ سے بڑھوں گر بال بھر آگے
کہا جبرائیل نے یا مصطفیٰ معراج کے دولہا

(تابش قصوری)

اگر یک سرِ موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

(حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمۃ)

(ماخوذ: سرالاسرار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سراج العوارف الوصایا المعارف

از: حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوریؒ

سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے معرفتوں کا چراغ اہل عرفان کے دلوں میں روشن فرمایا اور جن کی آنکھیں دلیل یقین سے روشن ہیں ان کے لئے دین کی راہیں کھولیں اور شریعت کو ہدایت پانے والوں کے لئے راستہ بنایا کہ ملحدوں کی فریب کاریاں اس کے قریب نہ پھٹک سکیں اور حقیقت حقہ کو ظاہر وباطن کیا۔ شریعت کے چشمے کو گھاٹ اور پاٹ بنایا تو شریعت کے خلاف سارے راستے بند ہیں اور ہر وہ حقیقت جسے شریعت رد کردے زندقہ مردودہ ہے۔ اس نے اپنے فضل سے سلوک کا راستہ ظاہر فرمایا جو غلام کو بادشاہوں کی مجلس تک پہنچادے اور تصوف کو اتباع سے زینت دی اور اس کی سرحد کی بدمذہبیوں سے حفاظت کی۔ پھر نعمت قرب ولایت سے اہل سنت اور ارباب فقہ وہدایت کو مخصوص فرمایا۔ تو صرف انہیں کی پیروی کی جائے اور انہیں کی روشنی میں راہ چلی جائے کہ جو ان کے نشان قدم پر چلے گا ہرگز ہلاک نہ ہوگا۔ اللہ عزوجل اپنی بارگاہ میں ان کی وجاہتوں کے طفیل ہمیں ان لوگوں میں شامل کرے جو عرفان ویقین کی پرنعمت جنتوں میں داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے افضل ترین دورد اور اس کے اکمل ترین سلام پاکیزہ ترین تحیتیں اور بڑھتی ہوئی برکتیں ان پر جو خدا کی بہترین مخلوق ہیں۔ افق الٰہی کے چراغ ہیں اور اس کی رحمتوں کے خزانے ہیں۔ وہ جن سے خلق کی ابتدا ہوئی اور انہیں پر انتہا۔ انہیں کے حوالے سے خلق پہچانی گئی اور انہیں کیطرف وہ منسوب بلکہ انہیں سے ظاہر ہوئی انہیں میں پوشیدہ۔ انہیں کے جلوے ہیں اور انہیں میں گم ۔ تو وہی سب کے سبب ہیں، انہیں میں سب ہیں، انہیں سے سب ہیں، انہیں کے سب ہیں، انہیں کی طرف سب ہیں اور وہی سب کے سب ہیں۔ انہیں سے جود نے فیض پایا۔ انہیں سے وجود مستفیض ہوا تو ان کی بخشش نے شریعت اور طریقت کے پھل اگائے اور انہیں کے وجود سے معرفت اور حقیقت کے درختوں میں پتے آئے اور درود وسلام ان کے اہل بیت کرام اور صحابہ عظام پر اور ان کی امت کے اولیاء مقتدایان کاملین پر۔ ان کی ملت کے علماء رہنمایان عاملین پر خصوصاً دائرہ ولایت کے مرکز، عرفان وہدایت کے مدار کے قطب اس کی دونوں طرف کا احاطہ فرمانے والے، اس کے دونوں کناروں پر قابو رکھنے والے، وہ جن سے ولایت کا افتتاح ہوا اور انہیں پر اختتام، انہیں کی طرف ان کا رجوع اور انہیں سے انقسام، تو عالم میں کوئی ولی ایسا نہیں جو ان کا محتاج نہ ہو اور ان کے سامنے دل سے ان کا ادب نہ کرے ایسے قدم

والے جس نے تمکین میں بلندی پائی اور گردنیں ان کے سامنے جھک گئیں۔ ہمارے سید و مولانا غوث الثقلین غیث الکونین غیاث الدارین مغیث الملوین، اولیاء کے ولی، فرد الاصفیاء قطب ربانی ابو محمد سید شیخ امام عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مولیٰ تعالیٰ ہمارا حشر ان کے خادموں میں فرمائے جب کہ وہ ان کے سایہ اور حمایت میں نعمتیں پائیں۔ اور خدایا ان کے ساتھ ان کے طفیل ان کے لئے ہم پر بھی (اپنی سلامتیاں نازل فرما) جب تک اسرار کی قندیلیں، دلوں کے مطلعوں پر جلوہ ریز رہیں اور غیب کے مشرقوں سے انوار کی تجلیاں روشن رہیں۔ آمین۔ یا ارحم الراحمین

حمد اور نعت کے بعد فقیر سید ابو الحسین احمد نوری عرف میاں صاحب مارہروی قادری برکاتی چشتی، نظامی، اللہ تعالیٰ اس کو اپنے بزرگوں کے طریقے پر قائم رکھے اور ان سے اور اس سے ان کے وسیلے سے قیامت تک راضی رہے، کہتا ہے، جس کسی نے زندگی کا خوش گوار شربت پیا ہے۔ یقیناً ایک دن اسے موت کا کڑوا پیالیہ بھی چکھنا پڑے گا۔ خواہ وہ اسے دوست رکھے یا ناگوار جانے پس اگر وہ دوست رکھے گا تو اللہ عزوجل اس کی لقا کو دوست رکھے گا اور اگر وہ اسے ناگوار جانے گا تو اللہ تعالیٰ اس لقا کو ناگوار رکھے گا اور اس کا ظہور غرغرہ کے وقت ہوگا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ کے سچے اور تصدیق کئے ہوئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیثوں میں دی۔ پس ہر شخص پر اس چیز کی تلاش واجب ہے کہ وہ اس کڑواہٹ کو اس پر میٹھے سے زیادہ میٹھا کرے اور غرغرہ (نزع) کے وقت مولیٰ تبارک وتعالیٰ کے دیدار کا سخت آرزو مند فرمائے۔ اس طرح جیسے کہ تین روز کا پیاسا سخت گرمی، ریت کے تپنے اور لو کے چلتے وقت ٹھنڈے اور میٹھے پانی کا آرزو مند ہوتا ہے بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ کہ جب ایسا ہوگا تو حدیث کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ بھی اس بندہ کی لقا کو دوست رکھے گا اور جس کی بقا خداوند عزوجل کی محبوب اور پسندیدہ ہو تو ضرور جنت کے مکان اور رحمت کے فرشتے بلکہ خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی لقا سے خوش اور شادماں ہوں گے۔ اس معنی کے نہایت سے اس حدیث کا بھید ظاہر ہوتا ہے کہ جنت چار شخصیتوں کی مشتاق ہے اور اس حدیث کا بھی کہ کاش میں دیکھتا اپنے بھائیوں کو اور یہ بات ہرگز میسر نہ ہوگی جب تک کہ دل گندے عقائد سے پاک اور صاف نہ ہوں اس لئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ بدعتی بدترین مخلوق اور جانوروں سے بدتر ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ بدعتی دوزخیوں کے کتے ہیں (تو پھر) یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حق تعالیٰ اور اس کے محبوب اور اس کی بیش قیمت نعمت جنت النعیم کسی دنیا بھر سے برے یا دوزخیوں کے کتوں میں سے کسی کتے کی لقا کو دوست رکھے۔ اللہ تعالیٰ کی پناہ۔

پہلا واجب: اہل سنت و جماعت کے مہذب مذہب کے مطابق اپنے عقائد کو صحیح کرنا ہے کہ

حق انہیں میں منحصر ہے ور سب اولیاء کرام اکمل الاولیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر اور امام الاولیاء سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اب تک اور اب سے حضرت امام مہدی کے مبارک زمانہ تک اور اس کے بعد بھی اسی مذہب پر ہوئے ہیں اور اسی پر ہوں گے اور کیوں نہ ہو کہ جس نے جماعت سے ایک بالشت جدائی کی بلاشبہ اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال ڈالا۔ غیر سعادت مند اپنی خواہش نفس سے جماعت اہل سنت کی مخالفت کرتے ہیں اور پھر بے عقلی سے سنیت کا دم بھرتے ہیں اور مزا یہ ہے کہ اپنے پچھلگوں اور دم چھلوں سے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ جس راستے پر ہم چل رہے ہیں وہی مشائخ عظام اور اولیاء کرام کا طریقہ ہے اور جو کچھ کتابیں اور اقوال علماء اہل سنت کی موافقت میں ان سے منقول ہیں وہ تقیہ اور زمانہ سازی کی وجہ سے ہیں۔ مشائخ عظام اور اولیاء کرام کی تعلیم اپنی خلوتوں میں اس کے خلاف تھی۔ یہ لوگ خود ایسے ہیں جیسے اسلام میں منافق اللہ عزوجل کی عزت وجلال کی قسم کہ ہم اور ہمارے مشائخ عظام اور جملہ اولیاء کرام ظاہر و باطن میں، تنہائی اور مجلس میں مذہب اہل سنت وجماعت ہی پر ہوئے ہیں اور ہیں اور ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اسی مذہب پر جئیں، اسی پر مریں اور اسی پر ہم اٹھائے جائیں جو کوئی ان سے اس کے سوا کچھ اور نقل کرے وہ بہت بڑا جھوٹا اور الزام لگانے والا ہے۔ ہم اور ہمارے مشائخ اور سارے اولیاء دنیا و آخرت میں ایسے شخص اور اس کے اس جھوٹے الزام سے بیزار بیزار ہزار ہا ہزار بار بیزار ہیں۔ سن رکھو جو یہ سن رہے ہیں وہ اسے ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔

دوسرا واجب : اعضا کو نیک کاموں میں لگانا اور شریعت پر عمل کرنا اور سنت کی پیروی ہے۔ اس لئے کہ جو راہ اس راہ کے الٹ اور اس سے الگ ہے، خدا کی قسم وہ خدا کی طرف نہیں بلکہ شیطان کی طرف جاتی ہے (ترجمہ شعر) اے اعرابی میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ تک نہ پہنچ پائے گا اس لئے کہ جس راہ پر تو چل رہا ہے یہ تو ترکستان کو جاتی ہے (ترجمہ) اے سعدیؔ مصطفےٰ ﷺ کی پیروی کے بغیر پاکیزگی کا راستہ چلنا ناممکن ہے۔ خدا سے نہ ڈرنے والے، شیطان کے بہکانے سے بیباکیاں کرتے ہیں اور شریعت کو فضول اور بے ضرورت سمجھتے ہیں (اور یہ گمان کرتے ہیں) کہ حقیقت شریعت کے خلاف ہے یا یہ کہ شریعت تو پہنچنے کا ذریعہ ہے اور جو پہنچا ہوا اس کو شریعت کی کیا حاجت ہے، ان ناپاکوں کا جواب اس سے بہتر نہیں دیا جا سکتا جو ہمارے سردار حضرت سید الطائفہ جنید بغدادیؒ نے فرمایا جب ان سے کہا گیا کہ یہاں ایک قوم ہے جو یہ کہتی ہے شریعت تو صرف پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ ہم تو پہنچنے پہنچائے ہیں ہمیں شریعت سے کیا کام۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا کہ یہ جو ان لوگوں نے پہنچنا کہا تو سچ کہا مگر یہ بھی سن لو کہ یہ کہاں تک پہنچے۔ جہنم تک پہنچے اور جہنم سے اللہ پاک و برتر کی پناہ۔

تیسرا واجب: باطن کو بری عادتوں سے پاک کرنا اور جمال باطن کی اخلاق نماز روزہ ادا کرلیا تو شریعت کے سب احکام پورے ہوگئے۔ یہ نہیں جانتے کہ شریعت مطہرہ نے جیسے نماز روزہ فرض کیا اور ریا وزنا کو حرام فرمایا ہے ایسے ہی اخلاص، تواضع، وفا اور صفا وغیرہ کو فرض اور ریا، تکبر، بدعہدی اور کھوٹے پن وغیرہ کمینی عادتوں کو حرام ٹھہرایا ہے۔ ان باتوں کا جاننا اور ان پر عمل کرنا شریعت کا جز واعظم اور شریعت کی ہی پیروی ہے۔ وہ پہلے ظاہری اعضا سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ دوسرے باطنی بھیدوں سے متعلق ہیں جب تک ظاہر و باطن کو شریعت کے کوڑے سے نہیں مارے گا، خبردار شریعت کی پیروی کا دعویٰ نہ کرنا۔

چوتھا واجب: غیر خدا سے دل کو صاف کرنا ہے کہ یہ مرادوں کی حد اور نہایتوں کی انتہا ہے۔ اس بات کو حاصل کرنے کے لئے ایک راہ مقرر کی گئی ہے جسے سلوک کہتے ہیں اور یہ راہ ایک مقام تک پہنچاتی ہے جسے تصور کہا جاتا ہے اس علم کا مغز اور اس کے دائرہ کا مرکز وہی ایک بات ہے جس کی طرف پہلے اشارہ کیا ہے یعنی شریعت کی باریکیوں کی رعایت اور شرک خفی کی بقایا سے قلب کو خالی کرنا کہ حدیث میں اس کو چونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی فرمایا ہے سلوک کے سارے علوم اپنے طریقوں کے تفاوت اور شریعت کے وضعوں کے الگ الگ ہونے کے باوجود یہی ایک کلمہ ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی چیز ہے۔ لہٰذا جاننا چاہئے کہ شریعت مطہرہ سارے علوم پر حاوی ہے جو کچھ اس سے باہر ہے وہ غلط اور ناپسندیدہ ہے۔ نفس اور شیطان کی قید میں پھنسے گمراہوں نے ڈینگیں مارنے، اچھل کود کرنے، سر کے بال کمر تک پہنچانے، داڑھی کتروانے، ریشم پہننے، باجے گاجے سننے اور طوائفوں کے ناچ دیکھنے کو سلوک کا نام دے رکھا ہے اور شریعت سے ٹھٹھا کرنے، علمائے شریعت سے دشمنی پالنے، انہیں حقیر جاننے اور حلول واتحاد کے اعتقاد اور انی انا اللہ کے نعرہ کو تصور کا کمال سمجھ رکھا ہے۔ صبح کو معلوم ہوگا کہ تو نے اندھیری رات میں کس سے عشق کی بازی لگائی اس لئے فقیر (سید ابوالحسین احمد نوری) نے اس وقت جب کہ رنج وفکر کا ہجوم ہے اور طرح طرح کی پریشانیاں ہیں، اپنی یادگار اور اپنے بعد والوں اور خاندان کے متوسلین کی نصیحت کے لئے بطور نمونہ یہ کتاب مختصر مرتب کی ہے جس میں وصایا وعقائد وتصور وسلوک وفقہیات واخلاق اور فوائد کی روشنیوں پر مشتمل سات باب ہیں اور اس کا تاریخی نام سراج العوارف فی الوصایا والمعارف رکھا۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ اس کتاب کو خالص اپنے وجہ کریم کے لئے قبول فرمائے اور مجھے اس کے پڑھنے والے لکھنے والے اور دیکھنے والے کو نفع دے۔ اس دن جب کہ مال واولاد کسی سے فائدہ نہیں ہوگا مگر اسے فائدہ پہنچے گا

جواپنے رب کریم کی بارگاہ میں قلب سلیم کیس اتھ حاضر ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل واصحاب سب پر قیامت تک درود بھیجے اور ساری تعریفیں خاص اللہ کے لئے ہیں۔ (جاری ہے) (ماخوذ: سراج العوارف)

☆☆☆☆☆

حکایت:

ایک شخص اپنے ایک دوست کے مکان پر رات کے وقت گئے، آواز دی، وہ پانچ منٹ کے بعد گھر سے نکلے، اتنی دیر کرنا بظاہر دوستی کے خلاف تھا مگر کس شان سے آتے ہیں وہ بھی تو دیکھئے، ہتھیار لگائے ہوئے تیار، ایک خوبصورت باندی زیور سے آراستہ آگے آگے، اس کے ہاتھ میں شمع، اور ایک غلام پیچھے پیچھے اس کے کاندھے پر تھیلی، آنے والے دوست نے پوچھا، بھائی یہ کیا بکھیڑا ساتھ لائے ہو، تو کہنے لگے، بھائی تم بے وقت آئے ہو اس لئے میرے دل میں طرح طرح کے خیالات آئے، ایک یہ کہ شائد کوئی خوبصورت عورت تمہارے پاس نہ ہونے سے تنہائی میں دل گھبرایا ہو، اس کے واسطے یہ باندی موجود ہے، اگر خادم کی ضرورت ہو تو یہ غلام حاضر ہے، اگر کسی دشمن سے آپ پریشان ہیں تو میں ہتھیار لگایا ہوا جان سے حاضر ہوں، اگر شاید خرچ کی ضرورت ہے تو یہ اشرفیوں کی تھیلی غلام کے کاندھے پر تیار ہے، آنے والے دوست نے کہا بھائی مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، آپ کی یاد آگئی، دل بے چین ہو گیا، بغیر دیکھے نہ رہ سکا، بس جایئے آرام کیجئے" ہائے ظاہرہ دوست کی محبت کا یہ تقاضہ ہے کہ بے بولے ہر طرح تیار، خدا کی محبت کا دعویٰ اور بولنے پر بھی کچھ نہ کریں، کیسے افسوس کی بات ہے، بھائی ہماری محبت تو خدا کے ساتھ ایسی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقام غوثیت

ڈاکٹر محمد طاہر القادری

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے حضرت غوث اعظمؒ کو مرتبہ ولایت کا بلند ترین درجہ عنایت ہوا۔ اللہ ربّ العزت نے آپ کے دل پر یہ کلمات القاء کر دیئے اور آپؒ نے فرمایا:

قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ (معدن الانور:4) میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ (معدن الانوار:4) میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

روایات میں مذکور ہے کہ حضور غوث اعظمؒ کے اس ارشاد کو عالم کشف میں تمام اولیاء کرام نے سنا اور آپ کے مقام و مرتبہ کے سامنے تعظیماً گردن جھکا دی۔''

جب غوث الاعظم جیلانیؒ نے بحکم الٰہی فرمایا: قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ تو تمام اولیاء کرام نے اپنی گردنیں جھکا دیں اور اس وقت پر حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ خراساں کے ایک پہاڑی غار میں مجاہدہ کر رہے تھے آپ اس امر کی اطلاع پاتے ہی تمام اولیاء سے پہلے اپنے سر کو اتنا جھکا دیا کہ وہ زمین پر لگ گیا اور عرض کی ''بل علیٰ راسی''، یعنی بلکہ آپ کا قدم میرے سر پر ہے۔ (تفریح الخاطر)

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے غوث الاعظمؒ کے ارشاد کو سن کر گردن جھکا دی تو اللہ نے اسی وقت غوث الاعظمؒ پر انکشاف فرما دیا کہ (خراساں کی پہاڑیوں میں خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اپنی گردن جھکا دی ہے) تو اس پر غوث الاعظمؒ نے اولیاء کے بھرے مجمع میں فرمایا۔

غیاث الدین کا لڑکا اولیاء کرام اور اپنے احباب میں گردن رکھنے میں سبقت لے گیا ہے اور وہ تواضع اور ادب کی وجہ سے اللہ و رسول کا محبوب بن گیا ہے اور عنقریب اسے ہندوستان کی حکومت کی باگ ڈور دی جائے گی۔ (تفریح الخاطر ص:۴۷)

اور نیز جس وقت غوث پاکؒ نے اولیاء کی بھری محفل میں اللہ کے حکم سے یہ فرمایا: قدمی ھذہ علی رقبۃ کل ولی اللہ میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔ اس وقت اصفہان کے علاقہ میں ایک ولی کامل رہتے تھے جن کا نام شیخ صنعان بیان کیا جاتا ہے۔ انہوں نے غوث پاکؒ کے ارشاد کو سن کر اسے ماننے سے انکار کر

دیا۔ ان کا انکار کرنا ہی تھا کہ باری تعالیٰ نے ان کے مقام و مرتبہ ولایت کو سلب کر لیا اور یہ سلبی یہاں تک ہوئی کہ ایک وقت ان پر ایسا آیا کہ ان کا ایمان بھی متزلزل ہو گیا۔ شیخ سنعان کے ایک سچے مرید نے جب اپنے شیخ کی اس حالت کو دیکھا کہ ان پر بدبختی مسلط ہو گئی ہے کہ ان کا ایمان بھی خطرہ میں پڑ گیا ہے تو وہ اس حقیقت کو بھانپ گئے کہ شیخ پر یہ افتاد غوث پاکؒ کی عظمت ولایت انکار سے پڑی ہے اور انہیں معافی بھی اسی بارگاہ سے ملے گی۔ چنانچہ وہ مرید غوث پاکؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سالہا سال تک خدمت بجالاتے گزر گئے لیکن نہ کبھی وہ حرف مدعا زبان پر لائے اور نہ حضرت نے پوچھا کہ تو شیخ سنعان کا مرید ہے کس لیے میرے پاس آیا ہے؟ عین اس وقت جب شیخ سنعان جنگل میں ایک عیسائی دوشیزہ کے ہاتھوں اپنا ایمان فروخت کرنے والے تھے، حضرت غوث پاکؒ کی زبان سے وضو کرتے ہوئے یہ کلمات صادر ہوئے آج کسی کا پیر و مرشد متاع ایمان سے محروم ہو رہا ہے آپ سے یہ سننے کی دیر تھی کہ وہ مرید آپ کے قدموں پر جھک گیا اور عجز و انکساری سے التجاء کرنے لگا حضور خدارا میرے پیر کو بچا لیجئے مرید کی عرض و نیاز سن کر حضرتؒ نے وضو کے پانی کے چھینٹے ایک طرف چھینکتے ہوئے فرمایا:

ارے سنعان! خدا کا خوف کر اور اپنے ایمان کو عیسائیوں کے ہاتھوں فروخت نہ کر۔ آپ کو یہ فرمانے کی دیر تھی کہ شیخ سنعان کی آنکھیں کھل گئیں اور وہ شیطان کے پھندے میں گرفتار ہونے سے بچ گئے۔ یہ سیدھے حضرت غوث پاکؒ کے آستانے پر حاضر ہوئے اور سچے دل سے توبہ استغفار کی۔ آپ کی دعا سے ولایت کا وہ سارا مقام و مرتبہ جو چھن گیا تھا دوبارہ انہیں حاصل ہو گیا۔ (بہجۃ الاسرار،۱۱)

ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور مقام غوث اعظمؒ:

ولایت کی اقسام اور نوعیتیں مختلف اور جدا ہیں۔ اللہ کے وہ بندے جن کے قلب و باطن نسبت عشق سے سرشار ہوتے ہیں ان کی ولایت، ولایت عیسوی کہلاتی ہے یعنی وہ شخص جس پر عشق کا رنگ غالب ہوتا ہے اسے ولایت میں وہی رنگ نصیب ہوتا ہے جو حضرت عیسیٰ کی ولایت کا رنگ تھا۔ اس کے مقابلے میں نسبت اطاعت رکھنے والے کو جب ولایت عطا ہوتی ہے تو وہ ولایت موسوی کہلاتی ہے اور وہ شخص جس کی نسبت معرفت حق و ذات کی مرہون منت ہوتی ہے اسے عطا کی جانے والی ولایت کو ولایت ابراہیمی کہتے ہیں۔ یعنی اس میں وہی رنگ غالب ہوتا ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولایت کا رنگ تھا۔

اب یہ اپنے ظرف اور باطنی احوال و کیفیات پر موقوف ہے کہ کسی کی ولایت، ولایت عیسوی پر قائم ہوتی ہے اور کوئی ولایت موسوی کا رنگ لیتا ہے اور کسی کی ولایت پر ولایت ابراہیمی کا پتو نمایاں ہوتا ہے۔ یہ جدا نسبتیں اور جدا جدا ولایتیں اور جدا جدا تعلق کی ماہیتیں ہیں کہ کسی کو کوئی رنگ نصیب ہوتا ہے اور کسی کو کوئی۔ لیکن اس امر سے آگہی ضروری ہے کہ اپنے آخری نقطہ کمال و عروج کو پہنچ کر تمام نسبتیں،

نسبت عبدیت میں گم ہوجاتی ہیں اور تمام مراحل مقام عبدیت پر منتج ہوتے ہیں جب تمام نسبتیں اور ولایتیں اپنے درجۂ کمال پر نسبت عبدیت پر مل جاتی ہیں تو پھر جو ولایت نصیب ہوتی ہے اسے ولایت محمدیؐ کا نام دیا جاتا ہے۔ جب نسبت عبدیت اور ولایت محمدیؐ میں تمام نوعیت کی نسبتیں اور ولایتیں شامل ہوجاتی ہیں تو اس مقام پر فائز کیا جانے والا خوش نصیب فرد محبوبیت عظمیٰ سے سرفراز ہوتا ہے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ اللہ کے دوستوں اور محبوب بندوں میں سے کوئی مرتبے کے اعتبار سے نسبت عشق کا حامل ہوکر نسبت عیسوی کا امین ٹھہرتا ہے اور کوئی نسبت اطاعت میں کامل ہوکر ولایت موسوی کا اور کوئی معرفت حق میں کمال حاصل کرکے ولایت ابراہیمی کا خوشہ چین ٹھہرایا جاتا ہے۔ لیکن حضرت غوث پاک کو روز اول ہی سے نسبتوں اور ولایتوں کے تمام مدارج طے کرواکے نسبت عبدیت اور ولایت محمدیؐ سے سرفراز فرمادیا گیا تھا۔

یہی سبب ہے کہ گروہ اولیاء کرام کا کوئی فرد بھی مراتب و مراحل طے کرکے مرتبہ ''غوثیت کبریٰ'' تک نہ پہنچ سکا چونکہ آغاز ہی سے آپ کی نسبت، نسبت عبدیت اور آپ کی ولایت، ولایت محمدی تھی۔ اس لئے آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؒ کو فیوضات و برکات عطا فرمائے اور فرمایا ''بیٹے عبدالقادر اٹھ اور خلق خدا کو میرے دین کا پیغام پہنچا''۔ آپ نے بھٹکی ہوئی مخلوق کو راہ راست پر لانے کے لئے رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کا فریضہ بجالانا ضروع کردیا۔ اس دن سے آپ نے مجلس وعظم کو خطاب کرنے کے سلسلہ کا آغاز کیا اور پھر زندگی بھر یہی عالم رہا کہ آپ مجلس وعظم سے خطاب فرمارہے ہیں اور خلق خدا آپ کا وعظ سننے سیل رواں کی طرح اُمڈی چلی آرہی ہے۔

(ماخوذ: اعتماد حیدرآباد)

☆☆☆☆

حکایت

ایک عابد نے حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ میرے لئے دعاء کیجئے کہ ترقی رزق کی ہو، حضرت موسیٰؑ نے دعاء فرمائی، جواب ملا موسیٰؑ تم اس کے لئے تھوڑی روزی مانگتے ہو یا بہت، موسیٰؑ نے عرض کیے ''الٰہی بہت' اسی روز عابد کو ایک شیر نے پھاڑ ڈالا، حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا ''الٰہی یہ کیا بات ہے کہ ترقی رزق کے بجائے وہ خود شیر کا رزق ہوگیا''، حکم ہوا موسیٰؑ تم اس کے لئے بہت روزی مانگے تھے، ساری دنیا میرے پاس بہت تھوڑی ہے، بہت روزی جنت ہے اس لئے جنت میں بلالیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مفتاح العاشقین

ملفوظات حضرت نصیرالدین چراغ

سماع وغیرہ کے بیان میں

میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ سماع کی چار قسمیں ہیں ایک حلال دوسری حرام، تیسری مکروہ، چوتھی مباح، پھر ہر ایک کی شرح یوں بیان فرمائی کہ اگر صاحب وجد کا دل اللہ تعالیٰ کی طرف زیادہ ہو۔تو مباح ہے اگر مجاز کی طرف ہوتو مکروہ ہے اگر دل بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف ہے تو حلال اگر بالکل مجاز کی طرف ہوتو حرام ہے۔

جو آواز موزوں ہے وہ کس طرح حرام ہوسکتی ہے؟ شیخ الاسلام خواجہ معین الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز سماع کے بارے میں فرماتے ہیں کہ سماع ایک سرحق ہے چنانچہ فرماتے ہیں۔ اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰاهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ جب حیوانی خصلتیں جوذات عالم میں ہیں اس کی ذات سے مبدل ہوجاتی ہیں اور انسانی خصلتیں اس کے دل پر غالب آتی ہیں۔تو عشق کا غلبہ ہوجاتا ہے اور معیت سے جنبش شروع ہوجاتی ہے اس وقت باطنی اسرار کا کشف اسے حاصل ہوجاتا ہے جس کے ذوق سے وہ رقص کرنے لگتا ہے۔

صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ ایک لونڈی ام المؤمین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے روبرو دف بجارہی تھی۔اور گارہی تھی امیر المؤمین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منع فرمایا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں منع نہ کرو۔اسی حالت میں رہنے دو کیونکہ ہر قوم کی عید ہوا کرتی ہے۔

عوارف میں لکھا دیکھا ہے کہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میرے روبرو سرود کیا جارہا تھا کہ اتنے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بغیر منع فرمائے بیٹھ گئے۔امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سرود سن رہے ہیں اور رو رہے

ہیں۔تو آپ بھی رونے لگے۔پھر امیر المؤمنین عثمان اور علی رضی اللہ عنہما آئے جب سرود سنا تو وہ بھی رونے لگے۔پھر جب نماز کا وقت ہوا تو ظہر کی نماز وضو کر کے ادا کی۔

ایک مرتبہ کسی عالم نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں آ کر کہا کہ یہ کب جائز ہے کہ مجمع میں دف اور بانسریاں بجائی جائیں۔سماع سنا جائے اور صوفی رقص کریں۔آپ نے فرمایا کہ سماع نہ تو مطلب حرام ہے اور نہ مطلب حلال ہے اللہ تعالیٰ نے بعض کے لئے حلال کیا ہے اور بعض کے لئے حرام جن کے لئے حرام ہے انہیں نہیں سننی چاہئے۔لیکن جن کے لئے حلال ہے انہیں کوشش کرنی چاہئے کہ مزامیر (بانسریاں) وغیرہ کے بارے میں احتیاط اور منع کا حکم ہے شک ہے لیکن جب کوئی شخص اپنے مقام سے گرے تو شرع میں گرے۔اور اگر شرع سے بھی گر جائے گا تو پھر اس کا ٹھکانہ نہیں۔

سماع دردمندوں کے لئے بمنزلہ علاج ہے جس طرح ظاہری درد کے لئے علاج ہوتا ہے اسی طرح باطنی درد کے لئے سماع کے سوا اور کوئی علاج نہیں امام اعظم کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق شرع میں نفس کے ہلاک کرنے کا حکم نہیں آیا اور نہ ہی جائز ہے۔پس اس قسم کا سماع پر غم اور اہل درد کے لئے مباح ہے اور بے دردوں اور اہل نفس وغیرہ کے لئے شریعت اور طریقت دونوں میں حرام ہے۔

بعد ازاں مناسب موقع کے یہ حکایت بیان فرمائی کہ اصفہان کے بادشاہ کا صرف ایک ہی لڑکا تھا جس سے وہ بہت پیار کیا کرتا تھا ہر وقت اس کو نظر کے سامنے رکھتا ایک دم کے لئے بھی جدا نہ کرتا۔اتفاقاً ایک روز بادشاہ محل سے کہیں گیا ہوا تھا۔بادشاہ کے لڑکے نے فرصت پا کر سیر کی ٹھانی۔راہ میں سرود کی جو آواز سنی تو نعرہ مار کر گھوڑے سے گر پڑا۔خدمت گار ہاتھوں ہاتھ اسے گھر لے آئے اسے بیماری لاحق ہوگئی ملک بھر کے حکیموں کو بلا کر تشخیص کرائی گئی لیکن کچھ معلوم نہ ہوا کہ مرض کیا ہے۔سب نے متفق ہو کر کہا کہ اس کی بیماری کا کچھ پتہ نہیں لگتا۔اس بیماری کا اثر شہزادے پر یہ ہوا کہ کچھ نہ کھاتا نہ پیتا نہ بولتا بے ہوش اور متحیر رہتا جب کبھی ہوش سنبھالتا صرف اتنا کہتا کہ اندر جلتا ہے یہ کہہ کر پھر بے ہوش ہو جاتا آخر وہ اسی مرض سے فوت ہو گیا۔بادشاہ نے کہا کہ اس کا پیٹ پھاڑ کر دیکھو کہ اسے کیا بیماری تھی کیونکہ وہ یہی کہتا تھا کہ میرا اندر جل گیا ہے آخر جب پیٹ پھاڑا گیا تو اس میں سے ایک سرخ پتھر نکلا جب حکیموں اور طبیبوں کو دکھلایا گیا تو سب نے متفق ہو کر کہا کہ ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کیونکہ اس کا ذکر ہماری طب کی کتابوں میں کہیں نہیں آتا۔چونکہ بادشاہ کو شہزادے سے بڑی الفت تھی کہا کہ اس پتھر کے دو نگینے بناؤ۔بنوا کر ایک پہن لیا اور دوسرا رکھ چھوڑا۔جب چند روز بعد ماتم سے فارغ ہوا تو ایک روز سرود سن رہا تھا کہ وہ نگینہ پگھل کر خون بن گیا بادشاہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا طبیبوں اور حکیموں کو بلا کر وجہ دریافت کی۔انہوں نے کہا اے

بادشاہ! تیرا لڑکا عاشق تھا ہمیں معلوم نہ تھا ورنہ ہم کہتے کہ اسے راگ سناؤ اگر سرود سنایا جاتا تو یہ پتھر اس کے شکم میں پگھل کر خون بن جاتا اور اسے صحت ہو جاتی۔

خرم تنے کہ جہاں بدہد از برائے یار
اقبال کی آں سرسے کہ شود پائمال دوست

بادشاہ نے حکم دیا کہ دوسرا نگینہ خزانے سے لایا جائے۔ جب لایا گیا تو ہاتھ میں پہن کر قوالوں کو سرود کا حکم دیا جب سرود شروع ہوا تو لوگوں کی نگاہیں اس نگینے پر جمی ہوئی تھیں سرود کی آواز سے نگینہ پگھلنے لگا اور دیکھتے دیکھتے خون بن گیا بعد ازاں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ اس حکایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سماع دردمندوں کا علاج ہے۔

پھر فرمایا کہ اگر انسان صاحب ذوق و درد ہے تو قوال کا ایک شعر ہی اس کے لئے کافی ہے۔ خواہ ساتھ بانسریاں وغیرہ ہوں یا نہ ہوں لیکن جسے ذوق و درد کی خبر ہی نہیں اس کے روبرو خواہ کتنے چنگ، دف اور مزامیر بجائے جائیں اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔

پس معلوم ہوا کہ یہ کام درد کے متعلق ہے نہ کہ ساز و سامان کے جب خواجہ صاحب یہ بیان کر چکے تو ایک آدمی نے کہا (اور قوال کی طرف اشارہ کیا) کہ عزیز حاضر ہیں کچھ کہو جب قوال نے سماع شروع کیا تو مولانا محمد مساوی اور مولانا بدرالدین اٹھ کر رقص کرنے لگے ظہر کی نماز سے عصر کی نماز تک رقص کرتے رہے قوالوں نے یہ قصیدہ گایا تھا۔

قصیدہ

عشق در پردہ نواز وساز — عاشق کوکہ بشنو آواز
ہر نقل نغمہ دیگر ساز — ہر زماں زخمہ کند آغاز
راز او از جہاں بروں افتاد — خود صدا کے نگاہ دارد باز
سر او ہر زماں ہر روز — خود تو بشنو کہ من نیم غماز

جب سماع ختم ہوا تو عصر کا وقت تھا۔ وضو کر کے نماز ادا کی گئی پھر خواجہ صاحب جماعت خانہ کے صحن میں بیٹھے مولانا منہاج الدین، مولانا قیام الدین اور عزیز صاحبان حاضر خدمت تھے۔ کمال نام قوال

نے پھر سرود شروع کیا خواجہ صاحب رقص کرنے لگے رونے لگے۔ جس کا اثر حاضرین پر بھی ہوا جب سماع ختم ہوا تو سارے عزیزوں نے خواجہ صاحب کی قدمبوسی کی۔ قوالوں نے یہ قصیدہ گایا تھا۔

قصیدہ

غم گزتو دارم پیش کہ گویم دوائے دل دردمند از کہ جوئیم
اگر کشتہ گردم بشمشیر عشقت بے ہوش کس ایں ماجرا را بگوئیم
طبیبم تو باشی علاج از کہ خواہم اسیر تو باشم خلاص از کہ جوئیم
زسعدی چہ جویم کہ گوئیم چہ جوئیم غمے گز تو دارم بہ پیش کہ گوئیم

عصر کی نماز سے لے کر تہجد کی نماز تک خواجہ صاحب رقص کرتے رہے جب نماز کا وقت ہوتا تو وضو کر کے ادا کر لیتے۔ اور پھر مشغول ہو جاتے۔ الحمد للہ علی ذلک

بعد ازاں ایام بیض کے بارے میں زبان مبارک سے فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام کو بہشت سے دنیا میں بھیجا گیا تو جناب کا سارا وجود مبارک سیاہ ہو گیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعاء قبول فرمائی تو حکم ہوا کہ ہر مہینے کی تیرھویں چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھا کرو۔ پہلے روز جب روزہ رکھا تو تیسرا حصہ وجود کا سفید ہو گیا۔ دوسرا روزہ رکھنے سے دوسری تہائی بھی سفید ہو گئی اور تیسرے روز سارا وجود سفید ہو گیا۔

بعد ازاں اسی موقع کے مناسب فرمایا کہ میں نے دلیل العارفین میں لکھا دیکھا ہے کہ ایک مرتبہ کسی آدمی نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ایام بیض کے بارے میں پوچھا تو فرمایا کہ ہر مہینے کی تیرھویں، چودھویں اور پندرھویں کو روزہ رکھنا ایسا ہے کہ گویا سارا سال روزہ رکھتا ہے۔

پھر فرمایا کہ میں نے حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الحق والشرع والدین قدس اللہ سرہ العزیز کی زبان مبارک سے سنا ہے کہ شیخ الاسلام خواجہ محمد چشتی قدس اللہ سرہ العزیز کے اوراد میں لکھا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو شخص ہر مہینے میں تین روزے رکھتا ہے گویا وہ سارا سال تمام روزے رکھتا ہے اور قیامت کے دن (آمنا صدقنا) ستر آدمی اس کی خاطر بخشے جائیں گے اور جب قبر سے اس کا حشر ہوگا تو اس کا چہرہ چودھیں کے چاند کی طرح روشن ہوگا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''عالم الغیب''

محترمہ شائستہ یوسف (ٹرسٹی)

چاند اپنی پوری شکل میں
بادلوں کو ڈھکیلتا باہر آیا
پہاڑوں کے دامن میں
سبز وادی مہکنے لگی
بڑے مرشد نے پچیس برس پورے کیئے
چھوٹا سا دائرہ
ہر برس پھیلتا رہا
آج حلقہ اپنے پورے عروج پر پہنچا
''حق'' اللہ
حق وحدہ سے کئی سینے پرنور ہوئے
ہزاروں لوگوں نے،
پیر کے ایک کلمے پر کئی سجدے کیئے
بیعت کی تمنا میں،

کئی زندگیاں خاموش ہوئیں
ہر برس چند قسمت والے ہی
پیالہ پی سکے
آج کی خبر نے
سارے حلقے میں آگ لگا دی
سیاسی، سماجی اور معاشی دنیا میں،
دن رات مصروف والی عورت کو
شیخ نے بیعت دے دی
کئی لوگ ناراض ہوئے
کئی پریشان، کئی غضبناک
کئی دل ٹوٹے، کئی آرزوئیں خاشاک ہوئیں
صرف چند دل والوں نے
بیعت کا مطلب جانا
اور پیر کے ہر عمل کو حرف آخر مانا
حق، ناحق، صحیح، غلط،
دین و دنیا کے کئی دھاگے الجھ گئے
زندگی نے قدم بڑھایا
خوش نصیب عورت کی موت ہوئی
پیر نے کاندھا دیا

لوگوں کے لئے واقعہ پراسرار ہوا

پیر نے

مزار کے پتھر جمع کرنے کا حکم دیا

لوگوں نے ثبوت مانگا

چالیس دن چالیس راتیں

سارا عالم منتظر رہا

قبر کھودی گئی

لاش صحیح وسالم مطمئن تھی

بدن کے کسی بھی حصے کو،

کیڑے مکوڑے نہیں چھو سکے

سینے پر رکھے پھول،

تروتازہ مسکرا رہے تھے

جس میں شیخ کا نام لکھا تھا

لوگ شرمندگی سے گڑھ گئے

قبر زمین سے اونچی ہوئی

پیر نے

دنیا سے پردہ کرلیا

☆☆☆☆☆☆

حکایت:

ایک بادشاہ تھا، جلوس کی سواری کا حکم دیا، آگے پیچھے بہت سا لشکر تھا، فاخرہ لباس پہنا ہوا، ہزاروں گھوڑوں میں سے چنے ہوئے گھوڑے پر سوار ہو کر تکبر سے چلا جا رہا تھا کہ ایسے میں ایک فقیر میلے پھٹے ہوئے کپڑے پہنا ہوا بادشاہ کے گھوڑے کی لگام پکڑا اور سلام کیا، بادشاہ نے غرور سے جواب نہیں دیا، فقیر نے کہا ٹھہرو تم سے کچھ کہنا ہے'' یہ غرور بھرا ہوا کہنے لگا' یہ بھی کوئی وقت ہے، پھر کسی وقت آؤ، ورنہ گردن پکڑ کر نکال دوں گا، فقیر نے کہا'' آپ کے کان میں کچھ کہنا ہے'' بادشاہ نے کان جھکا دیا، فقیر نے کہا'' میں ملک الموت ہوں'' اسی وقت تمہاری جان نکالنے کا حکم ہوا ہے۔'' نام سنتے ہی بادشاہ کے چہرہ کا رنگ فق ہو گیا، زبان بند ہو گئی، عاجزی سے کہا '' اتنی مہلت تو دو کہ گھر جا کر بیوی بچوں کو رخصت کر آؤں ملک الموت نے فرمایا حکم نہیں ہے'' گھوڑے سے گرا اور حسرت سے جان دے دی۔

☆☆☆☆

حدیث

لَا عَقْلَ كَالتَّدْبِيرِ وَلَا وَرَعَ كَالْكَفِّ وَلَا حَسَبَ كَحُسْنِ الْخُلُقِ

ترجمہ: تدبیر سے بڑھ کر کوئی عقل (سمجھداری) نہیں، کفایت شعاری (قناعت پسندی) سے بڑھ کر کوئی پرہیزگاری نہیں اور اچھے اخلاق سے بڑھ کر کوئی حسب ونسب نہیں۔

اَنوَارُالصُّوفِیَّہ

بنگلور

فہرست :

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	اغراض ومقاصد	۲
۲	پیش لفظ	۳
۳	حمد باری تعالیٰ	۴
۴	نعت رسولؐ	۵
۵	آیات قرآنی شان حبیب الرحمٰن	۷
۶	کتاب الایمان	۱۲
۷	تذکرۃ الاولیاءؒ۔ حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ	۱۶
۸	حلال کمائی	۲۱
۹	گلستان سعدی	۲۵
۱۰	فتوح الغیب	۲۹
۱۱	دیوان حافظ شیرازیؒ	۳۲
۱۲	معارف شمس وتبریز	۳۴
۱۳	کلام الغوث	۳۸
۱۴	تخلیق کائنات کا آغاز	۴۱
۱۵	سراج العوارف	۴۹
۱۶	مقام غوثیت	۵۴
۱۷	مفتاح العاشقین	۵۷
۱۸	عالم الغیب	۶۱